جاندار کے لئے موت ایک ضروری بات ہے۔ اور ہر ذی روح کے لئے لازمی ہے۔ دوسرا خواہ اسے قتل کرے، یا نہ کرے۔ نیچر نے خود ایک دن اسکی زندگی کا خاتمہ کرنا ہے۔ پس اگر جانور دوسرے کے قتل سے نہ مارا جائے۔ تو بھی اس نے ایک مدت کے بعد قسم قسم کے دکھوں میں مبتلا ہو کر مرنا ہے اور جو کیڑے اسکو بیماری میں پڑینگے وہ بھی ہلاک ہونگے۔ جن کے تعفن سے بہت سے انسانوں کو تکلیف ہو گی۔ پس کیا یہ مناسب نہیں کہ جانوروں کو ان دکھوں کی موت سے بچانے کے لئے اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا جائے۔ اور پھر اُن سے کوئی مفید کام بھی لے لیا جائے۔ قتل کا دُکھ یقیناً بہت سی بیماریوں سے کم ہے۔ کیونکہ ذبح سے ایک آن میں جان نکل جاتی ہے۔ معترضین نے نیچر کے منشاء کو نہیں سمجھا۔ یہ قانون قدرت ہے۔ کہ چھوٹی چیز بڑی چیزوں کے لئے قربان کی جاتی ہے۔ جو چیز انسان کی زندگی کے بقاء کے لئے ضروری ثابت ہو جائے۔ اسکے حصول میں اگر ادنیٰ جانیں قربان ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مثلاً پانی۔ ہوا۔ اور غذا کا استعمال۔ یہی حال امراض کے علاج کا ہے۔ گوشت بھی چونکہ اشرف المخلوقات کی اجتماعی اور اخلاقی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے لئے جانوروں کی جان لینا ظلم نہیں۔



**۲۔ انسان کا گوشت کھانا کیوں جائز نہیں** ہم یہ بتا چکے ہیں کہ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے۔ اسلئے اسکو اپنے سب اخلاقی قویٰ کو نشو و نما دینی چاہیئے۔ جس کے لئے اسے گوشت کھانا لازمی ہے۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اخلاقی خوبیوں کو حاصل کرنے کے لئے کیوں نہ انسان کا گوشت کھا لیا جائے۔ جو اشرف المخلوقات ہے۔ تو بجائے اسکے کہ ہم سبزی اور گوشت مختلف پودوں اور حیوانوں سے حاصل کر کے ایک ایک دو دو قویٰ کو مضبوط کریں۔ کیوں نہ ہم سب اخلاقی خوبیوں کے مجموعہ کو ہی کھا لیں۔ اور سب خوبیاں اپنے اندر جمع کریں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس اصل کے ماتحت کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے لئے قربان کی جاتی ہے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ ادنیٰ انسان اعلیٰ انسانوں کی غذا کے لئے قربان کیئے جائیں۔ کیونکہ مقابلہ غیر جنس سے ہے۔ ہاں جب انسانوں کا آپس میں مقابلہ آ جائیگا۔ تو پھر ہم ادنیٰ انسان کو قربان کر دینگے جب خوراک کے حصول کے لئے دنیا میں حیوان (جو انسان سے ادنیٰ ہیں) موجود ہیں۔ تو پھر ہم اپنی جنس کو جس کا ادنیٰ سے ادنیٰ غیر متمدن فرد بھی بحیثیت انسان ہونے کے اعلیٰ سے اعلیٰ حیوان سے افضل ہے۔ غذا کے حصول کے لئے کیوں قربان کریں۔ ہاں جب قوم کی زندگی کے بقا کے لئے ادنیٰ انسان کی قربانی کی ضرورت پڑ جائے تو اسوقت بے شک ادنیٰ انسان قربان کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہم

**جنگ میں انسانی قربانی کی ضرورت ہے**

دیکھتے ہیں کہ جنگوں میں قوم کو بچانے کے لئے انسان قربان کیئے جاتے ہیں۔ مگر حسب مراتب۔ پہلے سفرمین۔ اور ادنیٰ دیسی سپاہی قتل ہوتے ہیں۔ پھر ادنیٰ افسر اور اسکے بعد اعلیٰ افسروں کی باری آتی ہے۔

**انسان کے ساتھ سوشیل حقوق متعلق ہیں**

غرض ایسی اضطراری موت صرف فوجی جوانوں کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ اور اسکو عام اس لئے نہیں کیا جا سکتا۔ کہ انسان کے ساتھ بہت سے سوشیل حقوق متعلق ہیں۔ مثلاً بیوی کا حق ہے۔ والدین اور بھائیوں او۔ دیگر رشتہ داروں کے حقوق ہیں۔ جنکا تلف ہونا زیادہ دُکھوں کا موجب ہوگا۔

**کوئی گوشت خور حیوان دوسرے گوشت خور کو نہیں کھاتا**

اخلاقی نقطۂ نگاہ سے بھی اپنی جنس کو کھانا مضر ہے۔ اسلئے کہ جو لوگ اپنی جنس کو کھاتے ہیں مثلاً افریقہ کے آدم خور باشندے انکے اخلاقی اور فطری قویٰ ضعیف ہو جاتے ہیں۔ اور انمیں عداوت ظلم اور سنگدلی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ خوب یاد رکھو کہ حیوانوں میں کوئی گوشت خور دوسرے گوشت خور جانور کا گوشت طبعاً نہیں کھاتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ لڑکر اسکو مار ڈالے مگر اسکے گوشت کو مُنہ نہیں لگاتا۔ اس میں ایک راز ہے۔ اور نیچر کے منشاء کے مطابق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک جاندار خواہ سبزی خور ہو یا گوشت خور۔ اسکی غذا کا اصل منبع سبزی ہی ہے۔ سبزی خور کا منبع تو عیاں ہے۔ مگر گوشت خوروں

**گوشت خور بھی سبزی ہی کھاتے ہیں**

کا منبع سبزی کس طرح ثابت ہوا۔ اس طرح کہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ کُل گوشت خور کیا انسان اور کیا حیوان سب سبزی خور جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ اور گوشت خور کو نہیں کھاتے۔ انکا گوشت چونکہ سبزی سے بنتا ہے۔ اسلئے گوشت خور دوسرے لفظوں میں سبزی کے ہی اعلیٰ جزو (گوشت کی شکل میں) کھاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ہر جاندار کی زندگی کا انحصار سبزی پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گوشت خور طبعاً دوسرے گوشت خور کے گوشت سے نفرت کرتے ہیں۔

اسکے علاوہ انسانوں کا گوشت اگر کھانا جائز ہو۔ تو نسل انسانی کا خاتمہ ہو جائے۔ مگر یہی اعتراض حیوانوں پر پڑ سکتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ جب سبزی خور جانور جو بطور غذا کے استعمال ہوتے ہیں۔ انکے کھانے سے انکی نسل کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ تو انسان کا کیوں ہو جائیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نیچر نے یہ اصول بنا دیا ہے کہ جن جانوروں کے بچے عموماً زیادہ ضائع ہوتے ہیں۔ مثلاً سبزی خور حیوان۔ جو انسان اور درندوں کی غذا بنتے ہیں۔ انکو بہت زیادہ تعداد میں پیدا کرتی ہے۔ تاکہ ان کی نسل باوجود اس قدر قتل و غارت کے نابود نہ ہو۔ اسکے برخلاف انسان کی مادہ

سال میں صرف ایک دفعہ بچہ جن سکتی ہے۔ اور تعداد میں بھی ایک یا کبھی دو۔ اور وہ بھی ہر ایک عورت نہیں۔ بلکہ سو میں سے پچاس ایسی ہونگی جن کو کئی کئی سال کے بعد حمل ٹھیرتا ہے۔ اور کئی بچے پیش از وقت گر جاتے ہیں۔ مگر اسکے مقابل میں حیوانوں میں قابلیتِ القاح بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان میں سے اکثر کئی مادہ سال میں دو تین دفعہ بچے جنتی ہے۔ اور ایک جھول میں چھ چھ سات سات بچے ہوتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ انسان کے بچے بہ نسبت دیگر حیوانوں کے زیادہ محفوظ ہیں۔ اسلئے انکو اتنی افراط سے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسکے علاوہ ایک اور وجہ نسل انسانی کے کم ہونے کی یہ ہے کہ انسان کا دماغ سب جانداروں سے افضل اور اکمل ہے۔ اور نیچر کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ جوں جوں کوئی حیوان دماغی طاقت میں ترقی کرتا ہے توں توں اسکی نسل بڑھانے کی طاقت کم ہوتی جاتی ہے۔ دیکھو ادنیٰ جاندار مثلاً مچھلی مینڈکی اور پرندوں کے ہزاروں بچے ہر سال پیدا ہوتے ہیں۔ مگر دودھ پلانے والے جانوروں کے بچے اس کے مقابلہ میں بہت کم ہوتے ہیں۔ اور انسان کے سب سے کم۔ پھر انسانوں میں بھی دماغی محنت کرنے والوں کے بچے جسمانی کام کرنے والوں کی نسبت کم ہوتے ہیں۔

**۳۔ گوشت خون سے بنتا ہے اور خون مضر صحت ہے**

تیسرا اعتراض جو گوشت خوری پر کیا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ گوشت خون سے بنتا ہے۔ اور خون چونکہ مضر صحت ہے۔ اسلئے گوشت کا کھانا بھی مضر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گوشت خون سے بنتا ہے۔ مگر خون کے سمیات کا اثر اس پر نہیں ہوتا کیونکہ وہ گردوں۔ پھیپھڑوں اور جگر کے رستہ نکال لئے جاتے ہیں۔ اور خون کے مفید اجزاء سے گوشت کی پرورش ہوتی ہے۔

**دودھ خون سے بنتا ہے**

جس طرح گوشت خون سے بنتا ہے۔ بعینہ اسی طرح دودھ بھی خون سے بنتا ہے۔ مگر دودھ پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ گوشت پر اعتراض کیا جائے۔



اصل بات یہ ہے کہ شدید تغیرات سے احکام بدل جاتے ہیں۔ کیونکہ اشیاء کے خواص میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خون حرام ہے۔ اور گوشت اور دودھ جو خون سے بنتے ہیں حرام نہیں۔ معترضین کے ہاں خود یہ امر مسلّم ہے کہ جل آگ سے بنا ہے۔ جل کو یہ لوگ پیتے ہیں۔ مگر آگ کیوں نہیں کھاتے۔

**سبزیاں بول و براز (کھاد) سے بنتی ہیں**

خون اور گوشت کا وہی تعلّق ہے۔ جو کھاد کا سبزی اور پھلوں سے ہے۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ کھاد کے بغیر کوئی سبزی نشوونما نہیں پا سکتی۔ اور یہ بات تجربہ اور مشاہدہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ بہترین کھاد حیوانوں اور انسانوں کا فضلہ یعنی بول و براز ہیں۔ چنانچہ سبزیوں کے پکانے کے لئے انکو بطور کھاد کے استعمال کیا جاتا ہے۔ کھاد میں

بعض کیمیاوی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ جس سے نائٹروجن سبزیوں کو پہنچتی ہے۔ اور جس سے وہ پھلتی اور پھولتی ہیں۔ تمام روئے زمین کے سبزی خور ان پھلوں اور ترکاریوں کو رغبت سے کھاتے ہیں۔ مگر کوئی غور نہیں کرتا کہ بول و براز تو سخت متعفن اور مضر صحت چیز ہے۔ اور سبزی جو انسے بنتی ہے۔ اسکو کیوں استعمال کیا جائے۔ پس نادان ہے وہ جو بول و براز سے بنی ہوئی سبزیوں کو کھا کر یہ اعتراض کرے کہ گوشت چونکہ خون سے بنتا ہے اسلئے مضر صحت ہے۔



**رحم مادر میں سب حیوان گوشت کھاتے ہیں**

یہاں پر ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ خوب یاد رکھو کہ سب جاندار جس میں گوشت سے سخت متنفر سبزی خور بھی شامل ہیں رحم مادر میں حیوانی غذا کھاتے ہیں۔ ماں کا خون پیتے ہیں۔ اور گوشت کھاتے ہیں۔ اور نہ صرف گوشت پر اکتفا کرتے ہیں۔ بلکہ ماں کی ہڈیاں تک چبا جاتے ہیں۔ اور دانت توڑ دیتے ہیں۔ ناول نویسوں کی طرح میرے اس کلام میں مبالغہ نہیں۔ بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اور طب اسپر گواہ ہے۔ اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ رحم مادر میں بچّہ کی پرورش خون سے ہوتی ہے۔ جس سے بچّہ کا جسم بڑھتا اور نشوونما پاتا ہے۔ اب وہ لطیف اجزاء جن سے بچّہ کی پرورش ہوتی ہے۔ کہاں سے آتے ہیں۔ ماں کے گوشت پوست اور اعصاب سے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی عورتیں ایّام حمل میں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور انکا جسم نحیف ہو جاتا ہے۔ پھر بچّہ کی ہڈیاں جو سرعت سے بن رہی ہوتی ہیں۔ انکو سخت اور مضبوط بنانے کے لئے چونے کے اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چونے کے اجزاء کچھ تو غذا سے حاصل کیئے جاتے ہیں لیکن اگر والدہ کلیسیم کی مقدار کم کھائے۔ تو یہ کمی ماں کی ہڈیوں سے پوری کی جاتی ہے۔ اور چونے کے اجزاء ماں کی ہڈیوں سے گھل کر خون میں مل جاتے ہیں۔ اور وہ جنین کی ہڈیوں کو مضبوط بنانے کے کام آتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ماں کی ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور آسانی سے ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ جسم کا بوجھ اُٹھا نہیں سکتیں۔ اسی طرح بعض عورتوں کے دانت نرم اور کمزور ہو کر نکل جاتے ہیں جس کی بھی یہی وجہ ہے۔ کہ چونہ کے اجزاء دانت میں سے گھل کر نکل جاتے ہیں۔

**حاملہ کے مٹی کھانیکی وجہ**

عورتوں میں مٹی اور کوئلہ وغیرہ کھانے کی عادت جو حمل کے آخری مہینوں عموماً دیکھی جاتی ہے۔ اسکی بھی یہی وجہ ہے۔ کہ جسم سے چونہ کے اجزاء بچّہ کی ہڈیوں کو مضبوط بنانے کے لئے خرچ ہو جاتے ہیں۔ اور خوراک کے ذریعہ اس کمی کو پورا نہیں کیا جاتا۔ اسلئے نیچر والدہ کو مجبور کرتی ہے کہ کسی طرح اس کمی کو پورا کرلے۔ لہٰذا وہ مٹی اور کوئلہ کھانا شروع کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر لوگ اس کی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ اور وہ نیچر کے اس جائز مطالبہ کو

مدِ نظر رکھتے ہوئے۔ والدہ کی اس طبعی ضرورت کو چونے کے مرکبات (کیلیسم لیکٹیٹ) دے کر پورا کر دیتے ہیں۔ جس سے یہ عادت چھوٹ جاتی ہے۔ (پان کا چونا اسکے لئے مضر ہے)

**۴۔ کیا گوشت خوری انسان کو ظالم اور غضبناک بنا دیتی ہے؟** بعض کا خیال ہے کہ گوشت خوری انسان درندوں کی طرح ظالم خونخوار اور جوشیلہ ہوجاتا ہے لیکن سبزی خوری سے انسان نرم دل۔ حلیم و صابر بنتا ہے۔ اسلئے گوشت کا استعمال ٹھیک نہیں۔

یہ اعتراض غالباً گوشت خور درندوں کی عادات اور خواص کے مطالعہ سے پیدا ہوا ہے۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ گوشت خور درندے خونخوار اور ظالم ہوتے ہیں۔ اور یہ غذا کا ہی اثر ہے۔ نہ کہ انکا طبعی خاصہ۔ اسی طرح جو شخص گوشت خوری پر ناروا زور دیگا۔ اس میں یہ بد عادات پیدا ہو جائینگی مگر ہم کب کہتے ہیں کہ صرف گوشت خوری پر زور دیا جائے۔ ہم تو مخلوط غذا یعنی گوشت اور سبزی دونو کے کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ اور یہی قرآنِ پاک کی تعلیم ہے۔

**یہ صرف گوشت کھانیکا نتیجہ ہے۔** کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ گوشت خور اسلئے خونخوار اور ظالم ہوتے ہیں۔ کہ وہ صرف گوشت کھاتے ہیں۔ اسکے بالمقابل صرف سبزی پر گذارہ کرنے والے جانور بُزدل۔ ڈرپوک اور کم ہمّت ہوتے ہیں۔ مگر یہ سب ایک ہی غذا پر زور دینے کا نتیجہ ہے۔ ہم انسانوں میں اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جو لوگ گوشت خوری میں اسراف سے کام لیتے ہیں مثلاً گورکھا اور پٹھان وہ عموماً جوشیلے اور سخت دل ہوجاتے ہیں۔ اور جو قومیں صرف سبزی پر زور دیتی ہیں وہ بالعموم بزدل اور کم ہمّت ہوجاتی ہیں۔

**مخلوط غذا کھانے کی حکمت۔** اگر سبزی اور گوشت دونو کو ملا کر حدِ اعتدال کے اندر استعمال کیا جائے۔ تو انسان کے اندر نرمی۔ حلم۔ صبر۔ برداشت کا مادہ (جو سبزی سے حاصل ہوتا ہے) اور بہادری۔ شجاعت۔ حوصلہ غیرت و قار کا مادہ (جو گوشت سے حاصل ہوتا ہے) دونو جمع ہوجائینگے۔ اور انسان انکو موقع اور محل کے مطابق استعمال میں لاسکیگا۔ اور یہی مخلوط غذا کھانے کی حکمت ہے۔

**۵۔ ہاتھی اور گینڈا سبزی خور ہیں۔ اور دنیا بھر کے جانوروں سے طاقتور ہیں۔** سبزی خور یہ کہتے ہیں کہ سبزی ہی انسان کی طبعی غذا ہے۔ اور اس سے انسان طاقت حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں وہ سبزی خور پہلوانوں اور ہاتھی اور گینڈا کی مثال پیش کرتے ہیں۔

اسکے جواب میں گوشت خور یہ کہتے ہیں کہ صرف گوشت میں طاقت ہے۔ اور اسکے ثبوت میں وہ شیر اور چیتا کی مثال پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ دونو اقوال قابلِ تسلیم نہیں۔ بلکہ محض ایک دوسرے

کاجواب ہیں۔

**طاقت اور شجاعت میں فرق** واضح ہو کہ صحت کے مختلف مدارج ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ طاقت صرف سبزی کھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر اس پر ایک اور پہلے سے بھی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ اور وہ شجاعت اور دلیری ہے۔ مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سبزی خوروں میں گو طاقت ہوتی ہے۔ مگر ان میں شجاعت اور دلیری نہیں ہوتی۔ شجاعت (امنرجی) دماغ اور اعصاب کا خاصہ ہے۔ اور طاقت عضلات کی خاصیت ہے۔ عضلات کو اجزائے نشاستہ اور چربی سے غذا ملتی ہے۔ اور اعصاب اور دماغ کو نائیٹروجن کی ضرورت ہے۔ تو اجزائے بیضیہ یا پروٹین سے حاصل ہوتی ہے۔ سبزی خور میں حملہ کی جرأت نہیں ہوتی۔ ہاں دفاع کر سکتا ہے۔ سبزی خور کوئی طاقت کا کام جو آہستہ آہستہ کرنا ہو۔ لمبے عرصہ تک کر سکتا ہے۔ لیکن اگر فوری طاقت خرچ کرنے کا سوال درپیش ہو۔ تو رہ جاتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ہاٹن طاقت اور شجاعت میں فرق اس مثال سے واضح کرتے ہیں۔ ہرن (سبزی خور) کھلے میدان میں بے شک چیتا سے آگے نکل جائیگا۔ جہاں کہ اسکو آہستہ آہستہ دیر تک بھاگنا پڑے۔ کیونکہ اسکے عضلات کو نباتاتی غذا دیر تک خوراک پہنچا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہرن کو چیتا نزدیک سے اچانک دبوچنے کی کوشش کرے۔ تو پھر یقیناً ہرن قابو میں آجائیگا۔ کیونکہ حیوانی غذا سے خون میں ایک ایسی عصبی طاقت جمع ہو جاتی ہے۔ جو ایک لمحہ میں عضلات کو پہنچا دیجاتی ہے۔ اور اس سے عضلات بڑی سرعت سے کام کر سکتے ہیں۔ اس مثال سے دفعیۂ امراض کی طاقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سبزی خور عموماً دباؤں کا حملہ روکنے کے قابل نہیں ہوتے۔ کیونکہ امراض کے حملہ کے وقت جسم کو آناً فاناً ایک محفوظ سٹور عصبی طاقت کا بہم پہنچانا پڑتا ہے۔ جو سبزی خور کے پاس نہیں ہوتا ؎

## انسان کی غذا کیا ہونی چاہیئے

گوشت کی ضرورت کو ثابت کر چکنے کے بعد اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کی غذا کیا ہونی چاہیئے۔ ہر ملک کی پیداوار۔ آب و ہوا اور اسکی ضروریات کے مطابق انسان کو اس کے مناسب حال غذا استعمال کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً قطب شمالی کے لوگ جہاں پر سبزی کا نام و نشان نہیں ملتا صرف گوشت اور چربی پر گذارہ کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض ممالک میں لوگ صرف سبزی پر گذارہ کرتے ہیں۔ مگر یہ تو گرضرورت اور دا باشد دالا معاملہ ہے۔ یعنی جو مل جائے وہ

کھالیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کے لئے بہترین غذا کونسی ہے۔ نباتات اور میوہ جات کے متعلّق تو بنی نوع انسان میں کوئی اختلاف نہیں۔ سب ملکوں اور سب قوموں اور مذہبوں کے لوگ سبزیاں اور میوہ جات بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ لیکن حیوانی غذا کے متعلّق اختلاف ہے۔

اجزائے بیضیہ (پروٹین) جو زندگی کے قیام کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ انکی اہمیّت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے۔ اور حیوانی اور نباتاتی پروٹین کے مقابلہ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ گوشت انسان کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ایک زود ہضم۔ آسانی سے جزوِ بدن بنجانے والی مرکّب صورت پروٹین کی ہے۔ انسان کے اعضائے انہضام یعنی۔ دانت۔ معدہ اور انتڑیوں کی بناوٹ سے بھی صحیح استدلال ہوتا ہے۔ کہ انسان سبزی خور بھی ہے۔ اور گوشت خور بھی۔ غذا کا اخلاق پر اثر کا مطالعہ کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اشرف المخلوقات کو سب اخلاقی قویٰ کو یکساں طور پر نشو و نما دینا ضروری ہے۔ اور مَیں یہ بتا چکا ہوں کہ بعض اخلاقی قویٰ نباتاتی غذا سے بڑھتے ہیں۔ اور بعض حیوانی غذا سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لئے بہترین غذا وہ ہے۔ جس میں سبزی کے ساتھ مناسبت دار گوشت کی بھی ملائی جائے۔ اور انسان افراط تفریط سے کام نہ لے۔ یعنی نہ گوشت خوری پر نار وا زور دے۔ اور نہ سبزی کی طرف بالکل جھک جائے۔ بلکہ مخلوط غذا استعمال کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکیم کتاب میں فرماتا ہے:۔ کلوا و اشربوا ولا تسرفوا۔ یعنی نہ سبزی کھانے میں زیادتی کرو۔ اور نہ گوشت کھانے میں اسراف۔ بلکہ دونو کا مناسب مقدار میں استعمال کرو۔ جس سے انسان کے جسم اور دماغ دونو کی بخوبی پرورش ہو۔ اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے سب خوبیاں اپنے اندر جمع کرے۔ چونکہ آب و ہوا کا جسم پر ضرور اثر ہوتا ہے۔ اس لئے چاہیے کہ گرمیوں میں گوشت کی مقدار کم کر دی جائے۔ اور زیادہ سرد ملکوں میں گوشت کی مقدار بڑھا دی جائے۔ معتدل ممالک کے لئے اچھا طریق یہ ہے کہ ۱/۳ حصّہ گوشت اور ۲/۳ حصّہ سبزی کا ملا کر استعمال کیا جائے۔

## بچّوں کے اخلاق کی درستی کے متعلق ایک علمی نکتہ

گوشت کے متعلق ایک علمی نکتہ اخلاق کی درستی کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ بچّوں کو گوشت زیادہ مقدار میں نہ دیا جائے۔ بچپن میں گوشت پر زور دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے شہوانی قویٰ جلدی بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اور اعضائے مخصوصہ پیش از وقت نشو و نما پاجاتے ہیں۔ یعنی جسم ابھی کمزور اور نازک ہوتا ہے۔ اور ہڈیاں پوری نشو و نما کو نہیں پہنچتیں کہ شہوانی جذبات بڑھ جاتے۔ جسکا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ پس چاہیئے کہ جسم کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ گوشت کی مقدار بھی آہستہ آہستہ بڑھائی جائے۔ تاکہ

سب اعضاء یکساں بڑھیں۔

مضمون کو ختم کرنے سے پہلے میں سب مہذب قوموں سے اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ ضد اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر گوشت کی خوبیوں کو سمجھیں۔ اور اس کی ضرورت اور فوائد پر غور کریں۔ اور خواہ نخواہ یہ پراپیگنڈا لوگوں میں نہ پھیلائیں۔ کہ گوشت غیر قدرتی اور مضر صحت غذا ہے۔ کیونکہ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ قوموں کی اخلاقی اور جسمانی ترقی کے لئے گوشت کا استعمال ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس مضمون کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# پیشگوئیوں کی تعبیر میں نبیوں سے احتمالِ خطا

قرآن و حدیث و حالات انبیاءؑ کو بنظر غائر دیکھنے والے خوب جانتے ہیں۔ کہ نبیوں سے بعض پیشگوئیوں کی تعبیر میں احتمال خطا ہے۔ چنانچہ ایسا ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کے جو معنی فی الوقت حالات میں سمجھ کر بیان کرتے ہیں وہ نہیں نکلتے۔ مگر خدا تعالیٰ کے کلام کے الفاظ بالآخر ضرور سچے نکلتے ہیں۔ یہ ہمارا مذہب ہے مگر معترضین ہماری طرف ایسے کلمات و الفاظ منسوب کر دیتے ہیں جو ہم نہیں بولتے اور جو نہ ہمارا منشاء ہوتا ہے۔ مولانا فضل الدین صاحب وکیل نے ایسے معترضوں کے مفتریات کو ظاہر کیا ہے اور اصل حوالے نقل کرتے ہوئے یہ بھی بتایا ہے کہ بعض اجتہادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشگوئیوں کے بارے میں کس طرح پر نکلے اور اسی ضمن میں مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اعتراض کا جواب دیا ہے جو انہوں نے اہلحدیث میں شائع کیا ہے کہ ازواج النبی نے اپنے ہاتھ ناپے لیکن یہ اطولکن یدًا کی پیشگوئی سُن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں ناپے۔ (ایڈیٹر)

## معترض کا اعتراض

ایک معترض نے حضرت صاحبؑ کی کتاب ازالہ اوہام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں بھی غلطی ہوئی"

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے کسی کتاب میں بھی ایسا نہیں کہا کہ "جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں غلطی ہوئی"۔ معترض نے ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۳۴۳ کا جو حوالہ دیا ہے وہاں بھی ہرگز ایسا نہیں کہا۔ اعتراض کی غلطی کا ازالہ اوہام طبع اوّل کے صفحہ ۶۸۸ وغیرہ میں جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے:-

"پیشگوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں انبیاء علیہم السلام بھی کبھی غلطی کھاتے ہیں جسقدر الفاظ وحی کے ہوتے ہیں وہ تو بلاشبہ اوّل درجہ کے سچے ہوتے ہیں مگر نبیوں کی عادت ہوتی ہے

کہ کبھی اجتہادی طور پر بھی اپنی طرف سے انکی کسیقدر تفصیل کرتے ہیں اور چونکہ وہ انسان ہیں اسلئے تفسیر میں کبھی احتمال خطا کا ہوتا ہے لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس خطا کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ انکی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے اور وہ نبیوں کو عملی طور پر بھی سکھائے جاتے ہیں ××× غلطی کا احتمال صرف ایسی پیشگوئیوں میں ہوتا ہے جنکو اللہ تعالےٰ خود کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے"

حضرت مرزا صاحبؑ کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ کسی پیشگوئی کے متعلق جسقدر الفاظ وحی الٰہی ہوتے ہیں وہ اوّل درجہ کے سچے ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے اصلی معنوں میں ضرور پورے ہوتے ہیں وہ کبھی خطا نہیں جاتے۔ ہاں ایسی پیشگوئیوں میں جنکو اللہ تعالیٰ خود کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے اگر کوئی نبی اپنے اجتہاد سے کوئی تفسیر کرے تو ممکن ہے کہ وہ اجتہادی تفسیر کبھی خطا بھی جائے۔ جیسا کہ شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس مطبوعہ ہاشمی پریس میرٹھ کے صفحہ ۳۹۲ میں لکھا ہے:۔

**وحی میں نبی کا اجتہاد**

"اَنَّ النَّبِیَّ صلعم قَدْ یَجْتَھِدُ فَیَکُوْنُ خَطَأً کَمَا ذَکَرَہٗ الْاُصُوْلِیُّوْنَ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشَاوِرُ الصَّحَابَۃَ فِیْمَا لَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ وَھُمْ یُرَاجِعُوْنَہٗ فِیْ ذٰلِکَ ××× وَفِی الْحَدِیْثِ مَا حَدَّثْتُکُمْ عَنِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ فَھُوَ حَقٌّ وَمَا قُلْتُ فِیْہِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِیْ وَاُصِیْبُ"



ترجمہ۔ کہ تحقیق نبی کبھی اجتہاد کرتا ہے اور وہ خطا ہوتا ہے اور آنحضرت صلعم کی عادت تھی کہ آپ اپنے صحابہؓ سے ان باتوں میں جنمیں کہ آپ پر وحی نازل ہوئی ہو مشورہ فرمالیتے تھے اور صحابہؓ آپؐ سے سوال وجواب کرتے تھے ××× اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو بات میں تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کروں سو وہ حق ہے اور جو بات میں اس وحی الٰہی میں اپنی طرف سے بطور اجتہاد کہوں تو سوائے اسکے نہیں کہ میں انسان ہوں ممکن ہے وہ میرا اجتہاد درست ہو اور ممکن ہے خطا ہو" ایسا ہی شیخ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی کی کتاب فتوح الغیب مقالہ ۵۶ کی شرح میں بصفحہ ۳۱۴ - لکھتے ہیں "انبیاءؑ را اجتہادات مے باشد وگاہے خطا نیز مے افتد" کہ انبیاء علیہم السلام اجتہادات کرتے ہیں اور کبھی ان سے اجتہادات میں خطا بھی واقع ہو جاتی ہے۔

**ہجرت مدینہ** چنانچہ احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

"رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَھْلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوِ الْھَجَرُ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ" (بخاری)

ترجمہ:۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ میں مکہ سے ہجرت کرتا ہوں ایسی زمین کی طرف جو کھجوروں والی ہے پس میرا گمان[1] اور اعتقاد اس طرف گیا کہ وہ زمین یمامہ ہے یا ہجر ہے مگر میرا یہ گمان غلط نکلا اور واقعہ کے خلاف۔ کیونکہ ہجرت کی زمین نہ یمامہ تھی نہ ہجر۔ بلکہ ہجرت گاہ مدینہ نکلا۔

**صلح حدیبیہ اور صحابہؓ کا ابتلاء** اسی طرح احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رؤیا دیکھا کہ آپ اور آپکے صحابہؓ بیت اللہ میں داخل ہوئے ہیں اور سب نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے اس رؤیا کی بناء پر آنحضرت صلعم نے مع اپنے صحابہؓ کے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل در منزل طے کرکے اس بلدہ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے خانہ کعبہ کے طواف سے آنحضرت صلعم اور آپکے صحابہؓ کو روک دیا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اجتہاد پر یہ سفر کیا تھا کہ اسی سفر میں ہی طواف خانہ کعبہ کا میسر آجائیگا اسلئے جب آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کو کفار نے طواف کرنے سے روکدیا اور دبکر صلح کرنی پڑی تو بہت سے صحابہؓ تردد میں پڑ گئے جیسا کہ صحیح بخاری کی شرح فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۲۵۵ میں لکھا ہے:۔

"کَانَ الصَّحَابَۃُ لَا یَشُکُّوْنَ فِی الْفَتْحِ لِرُؤْیَا رَاٰھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ



---

[1] حاشیہ جو ترجمہ میں نے وَھْلِیْ کا کیا ہے اس کی تصدیق کے لئے ملاحظہ ہوں حوالہ جات ذیل:۔

صحیح بخاری کی شرح فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۰ میں لکھا ہے:۔ "قَدْ وَقَعَ فِیْ حَدِیْثِ الْمِأَۃِ سَنَۃً فَوَھَلَ النَّاسُ فِیْ مَقَالَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَھَلًا بِالتَّحْرِیْکِ وَقَالَ النَّوَوِیُّ مَعْنَاہُ غَلَطُوْا الْمَقَالُ وَھَلَ بِفَتْحِ الْھَاءِ یَھِلُ بِکَسْرِھَا وَھَلًا کَسُکُوْنِھَا مِثْلَ ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْبًا اَیْ غَلَطَ وَذَھَبَ وَھْمُہٗ اِلٰی خِلَافِ الصَّوَابِ" اور قسطلانی جلد ۶ صفحہ ۲۵۳۔ طبع مصر میں لکھا ہے:۔ "فَذَھَبَ وَھْلِیْ۔ بِفَتْحِ الْوَاوِ وَالْھَاءِ ظَنِّیْ" اور عینی جلد ۷ صفحہ ۵۶۷ میں لکھا ہے "وَھْلِیْ یَعْنِیْ وَھْمِیْ وَاِعْتِقَادِیْ"۔ اور عینی جلد ۷ صفحہ ۵۶۷ یہ بھی لکھا ہے۔ "وَعَنْ اَبِیْ زَیْدٍ وَھِلْتُ فِی الشَّیْءِ وَمِنْہُ اَھِلُ وَھَلًا اِذَا نَسِیْتَ وَغَلِطْتَ فِیْہِ" منہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَوُا الصُّلْحَ دَخَلَهُمْ مِنْ ذٰلِكَ أَمْرٌ عَظِيْمٌ حَتّٰى كَادُوْا يَهْلِكُوْنَ"

کہ "صحابہ رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی بناء پر یقین تھا کہ اگر کفار سے لڑائی بھی ہوگی تو مسلمانوں کو فتح ہوگی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس طرح دبکر صلح ہوئی ہے تو انکے دلوں میں اسکی وجہ سے بہت سے شکوک پڑ گئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے" لکھا ہے کہ انہی لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی داخل تھے چنانچہ صحیح بخاری کے باب الشروط فی الجہاد - میں آتا ہے :-



"قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ×××× أَوَ لَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى فَأَخْبَرْتُكَ أَنَّا نَأْتِيْهِ الْعَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَوِّفٌ بِهٖ"

یعنی حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور مَیں نے کہا کہ کیا آپ نے ہم سے بیان نہیں کیا تھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہونگے اور طواف کرینگے آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں مَیں نے بیان کیا تھا مگر کیا مَیں نے یہ بھی تمہیں کہا تھا کہ ہم اسی سال داخل ہو کر طواف کرینگے - مَیں نے کہا یہ تو نہیں اس پر آپ نے فرمایا تم بیت اللہ میں آؤ گے اور طواف بھی کرو گے - فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۲۵۴ میں لکھا ہے " قَالَ عُمَرُ لَقَدْ دَخَلَنِيْ أَمْرٌ عَظِيْمٌ وَرَاجَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَاجَعَةً مَا رَاجَعْتُهٗ مِثْلَهَا" یعنی حضرت عمرؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس واقعہ سے مجھے بہت تردد اور شبہ ہوا اور مَیں نے اس معاملہ میں آنحضرت صلعم سے اتنی دفعہ بار بار سوال و جواب کیا کہ کبھی نہیں کیا تھا - حتّٰی کہ اسی صحیح بخاری میں آتا ہے کہ بعد میں حضرت عمرؓ نے اسکے کفارہ میں روزے رکھے اور صدقات کیئے اور غلام آزاد کیئے - دیکھو فتح الباری جلد ۵ صفحہ ۲۵۵ طبع مصر -

اب ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے رؤیا کے بعد مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کا جو سفر اختیار کیا تھا وہ اسی اجتہاد سے کیا تھا کہ اسی سفر میں بیت اللہ کی زیارت نصیب ہوگی اور طواف کرینگے - لیکن آپ کا یہ اجتہاد درست نہ نکلا اور حدیبیہ میں کفار مکہ سے دبکر صلح کرنے کے بعد مدینہ کو لوٹنا پڑا جس کا یہ بھی نتیجہ ہوا کہ بہت سے صحابہؓ کو ابتلا پیش آیا - لیکن چونکہ یہ کوئی وحی الٰہی نہ تھی بلکہ وحی الٰہی

میں آنحضرت صلعم کا یہ ایک اجتہاد تھا جسکی بناء پر آپؐ مدینہ طیبہ سے صحابہؓ کو لیکر روانہ ہوئے تھے اسلئے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے صحابہؓ کو محفوظ رکھ لیا۔ اور انہوں نے آنحضرتؐ کے سمجھانے سے سمجھ لیا کہ یہ کوئی وحی الٰہی کی غلطی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے اجتہاد کی غلطی ہے جو وحی الٰہی کے سمجھنے میں ہوئی ہے۔

**حدیث أَطْوَلُكُنَّ يَدًا**

ایک تیسری مثال اس امر کی کہ انبیاء علیہم السلام کو پیشگوئیوں کی تمام تفصیلات جزئیہ کا قبل از وقوع پیشگوئی سمجھا یا جانا ضروری نہیں اور جزئیات خفیہ میں انبیاءؑ کے اجتہاد میں بھی امکان سہو و خطا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جسمیں لکھا ہے:۔ أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَتْ طُوْلَ يَدِهَا الصَّدَقَةُ (بخاری باب وجوب الزکوٰۃ)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپکی ازواج میں سے کونسی بیوی سب سے پہلے آپکی وفات کے بعد آپکو ملیگی آنحضرت صلعم نے فرمایا جو تم میں سب سے لمبے ہاتھ والی ہے۔



اس پر آنحضرت صلعم کے سامنے ہی آپکی بیویوں نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کیئے تو آپکی بیوی سودہؓ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی جو بہت سخی تھیں تو ہم نے سمجھا۔ کہ لمبے ہاتھ سے مراد صدقہ و خیرات تھا نہ کہ ظاہری ہاتھوں کا لمبا ہونا۔ اس سے ہر ایک شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے آپکے روبرو اپنے ہاتھ ناپنے شروع کیئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد بھی یہی تھا کہ در حقیقت جس بیوی کے ظاہری ہاتھ لمبے ہیں وہی سب سے پہلے فوت ہوگی ورنہ اسوقت جب آپکے سامنے ہاتھ ناپے گئے تھے آپؐ صاف فرما دیتے کہ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا میں ظاہری ہاتھ کی لمبائی مراد نہیں ہے بلکہ دست سخاوت کی لمبائی مراد ہے اور یہ حرکت جو تم نے کی ہے خلاف منشاء پیشگوئی ہے۔ لیکن آنحضرت صلعم کے سامنے ظاہری ہاتھوں کا ناپا جانا اور آنحضرت صلعم کا اپنی بیویوں کو اس سے منع نہ کرنا کھلے طور پر ثابت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی سے کہ میرے بعد میری بیویوں میں سے پہلے وہ فوت ہوگی جسکے لمبے ہاتھ ہیں۔ یہی سمجھا تھا کہ جس بیوی کے ظاہری ہاتھ لمبے ہیں وہی پہلے فوت ہوگی لیکن جب پیشگوئی پوری ہوئی اور حضرت سودہؓ کی بجائے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے ظاہری لمبے ہاتھ مراد نہیں ہیں بلکہ دست سخاوت کی لمبائی مراد ہے۔

**بیویوں کا آنحضرتؐ کے روبرو اپنے ہاتھ کو ناپنا۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خطا اجتہادی کے متعلق اخبار المحدیث کا یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ازواج مطہرات کے ہاتھ ناپنے کا واقعہ نہیں ہوا اور "روبرو" کا لفظ حضرت مرزا صاحب نے ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑھا لیا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شارحین حدیث نے بھی اس حدیث کا یہی مطلب سمجھا ہے جو حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۲۹ میں لکھا ہے: "حَمَلْنَ طُوْلَ الْيَدِ عَلَى الْحَقِيْقَةِ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِنَّ"، کہ آنحضرت صلعم کے ارشاد اَطْوَلُكُنَّ يَدًا کو سنکر آنحضرت صلعم کی بیویوں کا اپنے اپنے ہاتھوں کی لمبائی معلوم کرنے کی غرض سے اپنے اپنے ہاتھوں کا ناپنا اس لئے تھا کہ ازواج مطہرات نے حضور کے ارشاد اَطْوَلُكُنَّ يَدًا میں يَدْ کے معنی ظاہری ہاتھ کے سمجھے تھے جو اسکے حقیقی معنی تھے۔ اور جب آنحضرت صلعم کی بیویاں اپنے ہاتھوں کو ناپ رہی تھیں تو آنحضرت صلعم نے انکو منع نہیں فرمایا۔ اگر اسوقت جب بیویوں نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم موجود نہیں تھے جیسا کہ اخبار المحدیث نے بیان کیا ہے تو پھر یہ فقرہ بے معنی ہو جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بیویوں کو ہاتھ ناپنے سے نہیں روکا۔ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِنَّ کا فقرہ جسکے یہ معنی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیویوں کو ہاتھ ناپنے سے نہیں روکا۔ صاف دلالت کر رہا ہے کہ اسوقت جب بیویوں نے ہاتھ ناپے آنحضرتؐ موجود تھے۔ اور بیویوں کے ہاتھ ناپنے کا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واقع ہوا ہے۔



**سیالکوٹی مولوی کا اَطْوَلُكُنَّ يَدًا کے ترجمہ پر اعتراض**

مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ:۔ "اَطْوَلُكُنَّ يَدًا کے معنی لمبے ہاتھ بصیغہ جمع کرنے غلط ہیں يَدْ واحد کا صیغہ ہے اگر ظاہری ہاتھ مراد ہوتے تو دونوں ہاتھوں کی لمبائی کا ذکر ہوتا نہ کہ ایک ہاتھ کا۔ چونکہ یہاں پر يَدْ بصیغہ جمع نہیں ہے اس لئے قادیانیوں کا ترجمہ بصیغہ جمع غلط ہے"۔

**ترجمہ کی صحت کا ثبوت۔**

لیکن افسوس ہے کہ زبان عربی کا یہ باریک نکتہ آجتک کسی دوسرے شخص کو سمجھ میں نہیں آیا غالباً نحوی بھی غلطی کرتے آئے اور نحوی بیچارے کیا تھے خود آنحضرتؐ کی بیویوں کو بھی یہ نکتہ سمجھ میں نہ آیا تھا نہ اسوقت جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اَطْوَلُكُنَّ يَدًا کو سنکر اپنے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے تھے اور نہ آنحضرت صلعم کے وفات پانے کے بعد ہی انہوں نے اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ

جس طرح انہوں نے آنحضرت کی زندگی میں اپنے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے تھے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات فرمانے کے بعد بھی وہ "اَطْوَلُکُنَّ یَدًا" کا یہی غلط ترجمہ سمجھتی رہیں جو قادیانی بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۲۲۶ میں مستدرک حاکم سے حافظ ابن حجر نے حضرت عائشہ رضی کی یہ روایت بیان کی ہے۔ "عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَزْوَاجِہٖ اَسْرَعُکُنَّ لُحُوْقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَکُنَّا اِذَا اجْتَمَعْنَا فِیْ بَیْتِ اِحْدَانَا بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَمُدُّ اَیْدِیَنَا فِی الْجِدَارِ نَتَطَاوَلُ فَلَمْ نَزَلْ نَفْعَلُ ذٰلِکَ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ"۔ اس روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم آنحضرت کی بیویاں جب ایک دوسری کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جمع ہوتی تھیں تو ہم سب اپنے اپنے ہاتھ دیوار کے ساتھ لمبا کر کے دیکھا کرتی تھیں کہ ہم میں سے کس کے ہاتھ اب لمبے ہیں یہاں تک کہ حضرت زینب رضی کا انتقال ہوگیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو زبان عربی کا یہ باریک نکتہ معلوم ہوتا جو مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے بیان کیا ہے کہ "اَطْوَلُکُنَّ یَدًا" کے معنی زبان عربی کے لحاظ سے صرف دست سخاوت کی لمبائی ہی مراد ہو سکتی ہے تو وہ اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتیں جس غلطی میں کہ ازواج مطہرات کی تقلید سے قادیانی بھی مبتلا ہو گئے ہیں۔ امید ہے کہ جس طرح مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے "اَطْوَلُکُنَّ یَدًا" کے ترجمہ کی تصحیح فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کی اور قادیانیوں کی غلطی کو ظاہر فرمایا ہے اسی طرح آپ یہ بھی ظاہر فرما دیں گے کہ آئندہ اہل عرب کو وہ نو ہاتھوں کی لمبائی کا بیان کرنے کے لئے "اَطْوَلُکُنَّ یَدًا" کی بجائے کیا فقرہ استعمال کرنا چاہیئے۔ تاکہ آئندہ اہل عرب کی یہ غلطی بھی دور ہو جائے کہ ظاہری ہاتھوں کی لمبائی بیان کرنے میں وہ "اَطْوَلُکُنَّ یَدًا" کا استعمال نہ کیا کریں۔



## مولوی وحید الزمان کا ترجمہ حدیث

بالآخر میں حدیث زیر بحث کا وہ ترجمہ جو مولوی وحید الزمان صاحب حیدر آبادی اہلحدیث نے شائع کیا ہے۔ ذیل میں درج کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:۔

"آنحضرت صلعم کی بعض بی بیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ہم میں سب سے پہلے آپ سے کون ملیگا آپ نے فرمایا جسکے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں پھر وہ ایک چھڑی لیکر

بیانگیں اپنے ہاتھ ناپنے لگیں تو سودہ رضؓ کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے نکلے۔ بعد جب سب بی بیوں میں سے پہلے حضرت زینب رضؓ کا انتقال ہوا تو ہم سمجھے کہ ہاتھ کی لمبائی سے خیرات کرنا مراد تھا اور وہ سب بی بیوں میں پہلے آپؐ سے ملیں اور خیرات کرنا ان کو بہت پسند تھا۔"

اس ترجمہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ جو ترجمہ حضرت مرزا صاحبؑ نے اَطْوَلُکُنَّ یَدًا کا کیا ہے وہی درست ہے اور جو نکتہ مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے بیان کیا ہے وہ ایجاد بندہ گرچہ گندہ کا مصداق ہے۔



## ابن صیاد کے متعلق آنحضرتؐ کا اجتہاد

چوتھی مثال اس امر کی کہ وقوع پیشگوئی سے پہلے ہر پیشگوئی کے تمام تفصیلات جزئیہ کا انبیاء علیہم السّلام کو بتایا جانا ضروری نہیں ہے اور وقوع پیشگوئی سے پہلے جو اجتہاد کوئی نبی کرے اسمیں احتمال خطا اور سہو کا ہے ابن صیاد کا واقعہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو ابن صیاد کے متعلق ہمیشہ یہ خوف رہا کہ وہی دجّال ہے۔ پھر حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم اجازت ہو تو اسکو قتل کردوں حضورؐ نے فرمایا:-

"اِنْ یَّکُنْ ھُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَہٗ اِنَّمَا صَاحِبُہٗ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ وَاِلَّا یَکُنْ ھُوَ فَلَیْسَ لَکَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِّنْ اَھْلِ الْعَھْدِ" (مشکوٰۃ باب قصۂ ابن صیاد)

کہ ابن صیاد اگر واقعی دجّال ہے تو تم اسکو قتل نہ کرسکو گے اس کا قاتل عیسٰی بن مریم ہے اور اگر یہ دجّال نہیں تو ایک ذمی آدمی کو قتل نہیں کرنا چاہیئے۔

اب ظاہر ہے کہ اگر ہر ایک پیشگوئی کی جملہ تفصیلات جزئیہ کا سمجھایا جانا ضروری ہوتا تو آنحضرت صلعم ابن صیاد کے متعلق حضرت عمرؓ کے سامنے ایک احتمالی پہلو ہرگز بیان نہ کرتے اور صاف صاف فرما دیتے کہ ابن صیاد دجّال ہے یا نہیں۔ اور پھر اجتہاداً اس بات سے بھی خائف نہ رہتے کہ ممکن ہے ابن صیاد ہی دجّال ہو۔

افسوس ہے کہ مخالفین میں سے جو لوگ حضرت مرزا صاحبؑ پر اعتراض کرتے ہیں وہ اعتراض کرتے وقت نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ کو بھی جواب دیدیتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث کے خلاف مضمون لکھ کر اسکا نام "تقدیس رسول" ظاہر کرتے ہیں۔

## اجتہادی غلطی کا موقع

اس کے ساتھ ایک اعتراض یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحبؑ کے نزدیک "جناب رسول خدا صلعم کے الہام اور وحی کے معنی غلط نکلے"

اوپر مدلل طور پر گذر چکا ہے کہ ایسی پیشگوئیوں میں جن کو اللہ تعالیٰ کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انبیاءؑ اجتہادی طور پر اپنی طرف سے انکی ایک تاویل اور تعبیر کرتے ہیں اور چونکہ وہ انسان ہیں اسلئے ان کے اجتہاد میں امکانِ سہو و خطا ہے۔

## حضرت نوحؑ کا اجتہاد

جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ حضرت نوحؑ کا بیٹا غرق ہو گیا تو حضرت نوحؑ نے اپنے اجتہاد سے جو معنی پیشگوئی کے سمجھے ہوئے تھے انکی بناء پر جناب باری میں عرض کیا "رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ" یعنی حضرت نوحؑ نے کہا اے میرے ربّ میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ بھی سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوحؑ تیرا بیٹا تیرے اہل سے نہیں کیونکہ اسکے گن اچھے نہیں پس جس بات کا تجھے علم نہیں اسکے متعلق مجھ سے مت سوال کریں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں سے نہ ہو۔ نوحؑ نے کہا اے ربّ میں پناہ مانگتا ہوں کہ ایسا سوال کروں۔

لیکن امور دینیہ ایمانیہ میں اس اجتہادی خطا کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ انکی تبلیغ میں منجانب اللہ بڑا اہتمام ہوتا ہے اور وہ نبیوں کو عملی طور پر بھی سکھائے جاتے ہیں اجتہاد میں غلطی کا احتمال صرف ان پیشگوئیوں میں ہوتا ہے جنکی جزئیات خفیہ بہ کسی حکمت اور مصلحت کے ماتحت نہیں سمجھائی جاتی اور مسائل دینیہ سے انکا کچھ اتنا بڑا علاقہ نہیں ہوتا۔ پس معترض کا مطلقاً بغیر بیان کرنے اس تفصیل کے جو حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں کی ہے یہ لکھنا کہ "جناب رسول خدا صلعم کے الہام اور وحی کے معنی غلط نکلے"، ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی ایسے الہام اور وحی میں جو امور دینیہ اور ایمانیہ سے تعلق رکھتا ہے ہرگز اجتہادی غلطی کا بھی احتمال نہیں ہے کجا یہ کہ کسی ایسے الہام و وحی کے معنے غلط نکلیں۔

پھر جو وحی اور الہامات پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں ان میں بھی یہ لکھنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ انکے جو اصلی معنی ہیں انکے لحاظ سے وہ وحی اور الہامات کبھی غلط نکلے کیونکہ جو الفاظ وحی اور الہام کے ہوتے ہیں وہ تو بلاشبہ اوّل درجہ کے سچے ہوتے ہیں اور وہ اپنے اصلی معنوں کے لحاظ سے ضرور پورے ہوتے ہیں۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹ طبع اوّل مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔

اس مضمون میں کچھ غلطیاں ہو گئی ہیں جو درست کر لی جائیں (۱) صفحہ ۱۳ کے آخر سے تیسری سطر پر "معترض کی غلطی کا شمار" یہ عنوان ہے، تاکہ اصل عبارت میں خلل نہ آئے
(۲) صفحہ ۱۵ پر یہ فرمایا ہے کی بجائے غلط پڑھا جائے۔ (۳) صفحہ ۱۵۔ عن المی زید نہیں بلکہ عَنْ اَبِيْ زَيْدٍ

# حضرت علیؓ کی بیعت حضرت ابو بکر الصدیقؓ سے

## (کتب شیعہ سے ثبوت)

تمام کتب شیعہ میں یہ واقعہ مسلّم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ منار الہدیٰ جو شیخ علی البحرانی شیعی کی تصنیف ہے اس کے صفحہ ۲۵۹ میں لکھا ہے :۔

"اِنَّهٗ كَانَ مَجْبُوْرًا عَلٰى بَيْعَةِ اَبِيْ بَكْرٍ مُهَدَّدًا بِالْقَتْلِ اِنْ لَّمْ يُبَايِعْ وَهٰذَا نَصُّ قَوْلِ الْاِمَامِيَّةِ"

کہ شیعہ کے نزدیک حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے پر مجبور تھے اگر وہ بیعت نہ کرتے تو قتل کئے جانیکا خوف تھا۔

نہج البلاغۃ کی شرح ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۶۹ میں بھی لکھا ہے :۔ "اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ امْتَنَعَ مِنَ الْبَيْعَةِ حَتّٰى اُخْرِجَ كَرْهًا" کہ حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے سے رکے ہوئے تھے انکو زبردستی گھر سے نکالکر بیعت کرائی گئی تھی۔ پھر اسی شرح کے صفحہ ۲۸۶ جلد اوّل میں لکھا ہے :۔ "لَزِمَ بَيْتَهٗ حَتّٰى مَاتَتْ فَاطِمَةُ فَبَايَعَ" کہ حضرت علیؓ اپنے گھر میں ٹھیرے رہے جب حضرت فاطمہؓ نے انتقال فرمایا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔

شیعی روایات کا بیشتر حصہ اور اکثر دوسری روایات جو حضرت علیؓ کی بیعت کے متعلق ہیں شرح ابن ابی الحدید جلد ا صفحہ ۶۹ تا ۷۷ و ۲۸۶ تا ۲۹۳ میں مفصل طور پر مذکور ہیں۔ اس کے صفحہ ۲۹۳ میں یہ بھی لکھا ہوا موجود ہے "فَلَمَّا بَايَعَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَهَدَأَتْ تِلْكَ الْفَوْرَةُ مَشٰى اِلَيْهِمَا اَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ فَشَفَعَ لِعُمَرَ وَطَلَبَ اِلَيْهَا فَرَضِيَتْ" کہ جب حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی اور جوش ٹھنڈا پڑ گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لا کر حضرت عمرؓ کی نسبت سفارش فرمائی تھی جس پر حضرت فاطمہؓ راضی ہو گئی تھیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی بیعت حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں ہو گئی تھی اور اگر کوئی رنجش تھی تو وہ بھی رفع ہو گئی تھی۔

لیکن شیعہ کے اس طعن کی تردید کہ حضرت علیؓ پر تشدد ہوا اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت حضرت ابوبکرؓ کو سچا خلیفہ سمجھ کر نہ کی تھی نہج البلاغہ کے اس خط سے ہوتی ہے جو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہؓ کے نام لکھا تھا کہ :۔

"اِنَّهٗ بَایَعَنِی الْقَوْمُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰی مَا بَایَعُوْهُمْ عَلَیْهِ فَلَمْ یَکُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ یَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ یَّرُدَّ وَاِنَّمَا الشُّوْرٰی لِلْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی رَجُلٍ وَّسَمَّوْهُ اِمَامًا کَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًی فَاِنْ خَرَجَ مِنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰی مَا خَرَجَ فَاِنْ اَبٰی قَاتَلُوْهُ عَلَی اتِّبَاعِهٖ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ" (نہج البلاغہ صفحہ ۱۸۶)

اس خط میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اے معاویہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی بیعت کی تھی اور انہی امور پر میری بیعت ہوئی ہے جن پر انکی بیعت ہوئی تھی پس اسکے بعد جو شخص موجود تھا وہ مجاز نہیں کہ کسی اور کو چنے اور جو غیر حاضر تھا وہ مجاز نہیں کہ اسکو رد کرے۔ کیونکہ شوریٰ کا اختیار مہاجرین اور انصار کو ہے اگر وہ ایک شخص پر جمع ہو جاتے ہیں اور اسکو اپنا امام مقرر کر لیتے ہیں تو یہ عین خدا کی مرضی ہے اور اگر کوئی شخص کسی وجہ سے مہاجرین اور انصار کے اس اجتماعی انتخاب کے خلاف کرکے اپنے آپ کو الگ کرتا ہے تو اسکے متعلق حکم ہے کہ اسکو اسی بات کی طرف لوٹاؤ جس سے وہ الگ ہوا ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑائی کرو کہ اس نے مومنین کے صحیح راستہ کی پیروی نہیں۔

اس خط میں حضرت علیؓ نے بتایا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اسی طرح مہاجرین اور انصار کے اتفاق سے خلیفہ اور امام منتخب ہوئے تھے جسطرح حضرت علیؓ خلیفہ منتخب کیئے گئے۔ اور فرقہ شیعہ کو متنبہ کرنے کے لئے ساتھ ہی یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کے منتخب کردہ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا خدا کی منشاء اور مرضی کے خلاف ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے اسکو پہلے سمجھانا چاہیئے اگر وہ مان جائے تو فبہا ورنہ حکم ہے کہ اس سے لڑائی کی جائے۔

حضرت علیؓ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ انہوں نے مہاجرین اور انصار کے متفق علیہ خلیفہ کی بیعت نہ ہوگی درست نہیں ہے۔ کیونکہ جس بات کی تلقین وہ حضرت معاویہؓ کو کرتے ہیں یہ کیونکر ممکن ہے کہ انہوں نے خود اسکا خلاف کیا ہو لیکن اگر بقول شیعہ یہ مان لیا جائے کہ حضرت علیؓ پر کوئی تشدد ہوا تھا اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے لئے انکو مجبور کیا گیا تھا تو بھی حضرت علیؓ کے اس خط سے جو انہوں نے حضرت معاویہ کے نام لکھا تھا صاف ثابت ہے کہ جس نے بھی حضرت علیؓ پر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے لئے کچھ تشدد کیا وہ حق پر تھا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر مہاجرین اور انصار کا اتفاق

ہو چکا تھا۔ اور اس اتفاق کے بعد جو شخص بھی بیعت میں داخل نہیں ہوا تھا وہ حضرت علیؓ کے اس ارشاد کے مطابق جو معاویہؓ کے نام بھیجا گیا تھا اس بات کا مستحق تھا کہ اسکو سمجھایا جائے اور اگر نہ سمجھے تو اس سے لڑائی کی جائے۔ لیکن حضرت علیؓ چونکہ سمجھانے سے سمجھ گئے تھے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی تھی اسواسطے ان سے لڑائی کرنے کی نوبت نہ آئی تھی ورنہ حضرت علیؓ کے اس خط سے ظاہر ہے کہ اگر ان سے لڑا بھی جاتا تو لڑنے والے حق پر تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کرنے والے غلطی پر۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر مہاجرین اور انصار کا اتفاق ہو گیا تھا جسکے بعد کسی کا حق نہیں تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کرتا۔



فرقہ شیعہ کا یہ خیال کہ حضرت علیؓ آنحضرت صلعم کے بعد اپنے آپکو حقدار خلافت سمجھتے تھے اور اپنی خلافت کے خواہاں تھے اور انکو تمنّا تھی کہ کسی طرح وہ خلیفہ ہو جائیں نہج البلاغہ سے اسکی بھی تردید ہوتی ہے چنانچہ نہج البلاغہ صفحہ ۵۸ میں لکھا ہے:۔

"وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أُرِيدَ عَلَى الْبَيْعَةِ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ۔ دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي ... وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ وَأَنَا لَكُمْ وَزِيراً خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيراً۔"

کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد جب حضرت علیؓ کو بیعت لینے کیلئے کہا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ میرے سوا کسی اور کو خلیفہ اور امام بناؤ۔ اور مجھے چھوڑ دو۔ اگر میرے سوا کسی اور کو خلیفہ و امام بناؤ گے تو میں تمہاری طرح ایک فرد ہوں جسکو تم امام اور خلیفہ بناؤ گے میں تم سب سے بڑھکر اسکی اطاعت اور فرمانبرداری کرونگا اور میرا وزیر ہونا بہ نسبت میرے امام اور خلیفہ ہونیکے زیادہ بہتر ہے۔

اگر شیعہ کا یہ ادّعا صحیح ہوتا کہ حضرت علیؓ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خلیفہ ہونیکا اہل نہیں تھا تو حضرت علیؓ اس خطبہ میں یہ نہ فرماتے کہ میرے سوا کسی اور کو خلیفہ تجویز کرو اور جسکو تم خلیفہ اور امام تجویز کرو گے میں اسکی تم سب سے بڑھکر فرمانبرداری اور اطاعت کرونگا۔ مگر افسوس کہ شیعہ نے باوجود حضرت علیؓ کے اس ارشاد کے کہ میرے امام اور خلیفہ ہونے سے میرا وزیر رہنا بہتر ہے اس نکتہ کو نہیں سمجھا اور ناحق انکی خلافت بلافصل کے لئے زور دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نہج البلاغہ کے ایک اور مقام میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

"مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ وَلَا فِي الْوِلَايَةِ إِرْبَةٌ وَلَكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُونِي إِلَيْهَا وَحَمَلْتُمُونِي عَلَيْهَا" (نہج البلاغہ صفحہ ۱۶۴)

کہ مجھے خلافت کی کوئی خواہش نہ تھی اور نہ مجھے حاکم بننے کی کوئی آرزو تھی لیکن تم لوگوں نے مجھے خلافت کے لئے اکسایا اور مجھے اس کے قبول کرنے کی دعوت دی۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ اپنے اندر خلیفہ اور امام بننے کی اہلیت نہیں دیکھتے تھے ایک اور جگہ اپنی بیعت خلافت کے ذکر میں حضرت علیؓ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

"بَسَطْتُمْ يَدِي فَكَفَفْتُهَا وَمَدَدْتُمُوهَا فَقَبَضْتُهَا ثُمَّ تَدَاكَكْتُمْ عَلَيَّ" (نہج البلاغہ صفحہ ۱۸۲)

کہ میں بیعت خلافت لینے کے لئے تیار نہیں تھا مگر تم لوگوں نے میرے ہاتھ کو لمبا کیا اور میں نے روکا اور تم نے میرے ہاتھ کو بیعت لینے کے لئے کھینچا مگر میں نے آگے نہ بڑھایا۔ لیکن پھر جب تم نے ہجوم کر کے مجھے بیعت لینے پر مجبور کیا۔ تو میں نے بیعت لی۔

نہج البلاغہ کے ان حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کا ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ میری موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خلیفہ ہونیکا اہل نہیں ہے بلکہ آپ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد بھی صحابہ میں سے کسی اور شخص کے خلیفہ ہونے کو ترجیح دیتے تھے

اگرچہ صحاح ستہ کی روایات میں یہ آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی لیکن حضرت علیؓ کی اس بے نفسی کو دیکھتے ہوئے جو نہج البلاغہ کے متذکرۃ الصدر حوالہ جات سے ظاہر ہوتی ہے صحاح ستہ کی ان روایات کی کوئی توجیہہ کرنی پڑتی ہے اور ماننا پڑتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے میں ایک لمحہ بھی دیر کی ہوگی جیسا کہ تاریخ ابن جریر الطبری صفحہ ۱۸۲۵ میں بیان ہوا ہے۔

"كَانَ عَلِيٌّ فِي بَيْتِهِ اَنْ اُتِيَ فَقِيْلَ لَهُ قَدْ جَلَسَ اَبُوْبَكْرٍ لِلْبَيْعَةِ فَخَرَجَ فِي قَمِيْصٍ مَا عَلَيْهِ اِزَارٌ وَلَا رِدَاءٌ عَجِلًا كَرَاهِيَةً اَنْ يُبْطِئَ عَنْهَا حَتّٰى بَايَعَهٗ"



کہ حضرت علیؓ اپنے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ انکو یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکرؓ نے بیعت لینا شروع کر دی ہے "حضرت علیؓ یہ سنکر فوراً اپنے گھر سے نکلے اور ایسی ہیئت میں کہ آپؓ پر سوائے قمیص کے کوئی چادر وغیرہ نہ تھی اس خیال سے کہ دیر نہ ہو جائے دوڑتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کے لئے گئے۔ یہانتک کہ جاکر اسی وقت بیعت میں داخل ہو گئے۔

# دانشمند مشرق مغرب میں

(نمبر ۴)

**کیا میں فی الحقیقت دانشمند ہوں؟**

میری اسی سلسلہ مضامین کا عنوان اب یہی قائم ہو گیا ہے۔ میں اس میں خودستائی کی کوئی جھلک نہیں پاتا ہوں بلکہ خدا کے فضل اور رحم سے میں اپنے آپکو اسکا مستحق سمجھتا ہوں اسلئے تحدیث نعمت کے طور پر مختصر سی تصریح کر جاتا ہوں۔



بیوقوف کہتا ہے کہ کوئی خدا نہیں مگر الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی مقتدر اور متصرف بالارادہ ہستی کا قائل اور خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی نبوتوں کا ماننے والا رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے جمالی مظہر کو جب احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سے نازل فرمایا تو اسوقت جبکہ بڑے بڑے جبہ وعمامہ والوں کو سمجھ نہ آئی تو خدا تعالیٰ نے اسکی معرفت اور شناخت کا نور مجھ کو عطا کیا۔ پھر جب اسکے وصال کے بعد الوصیت کی مندرجہ پیشگوئی کے موافق قدرت ثانی کا ظہور اول ہوا تو اللہ تعالیٰ نے کسی بھی وہم کے بغیر اس سے وابستہ ہونیکی توفیق دی۔ اور جب مصلح موعود کا عہد خلافت شروع ہوا اور ایک زلزلہ عظیم جماعت پر آیا جسمیں بعض بڑے بڑے عمائد اپنی جگہ سے ہل گئے تو خدا تعالیٰ نے مجھ کو معرفت کا بہت بڑا رزق عطا فرمایا والحمد للہ علیٰ ذالک پھر میں اگر دانشمند نہیں تو کیا ہوں۔

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست ٭ ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نمے خرم

غرض اس معرفت اور بصیرت نے مجھ کو فی الحقیقت عرفانی بنا دیا ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیدیتا ہے۔

**لنڈن مشن کے متعلق کچھ اور**

لنڈن مشن کے تعلق پچھلی دو اشاعتوں میں کسی قدر ذکر کر دیا ہے۔ لنڈن مشن میں مختلف زمانہ میں جو مبلغ کام کرتے رہے ہیں انہوں نے اپنے عہد تبلیغ میں اپنے کاموں اور کارناموں کی مفصل رپورٹیں مرکز میں روانہ کی ہیں مجھکو تاریخی حیثیت سے انکے متعلق کچھ کہنا نہیں ہے بلکہ مجھکو نیر صاحب کے متعلق کچھ ذکر کرنا ہے۔ نیر صاحب کے ہائیڈ پارک کے لیکچروں کو لوگ اب بھی یاد کرتے ہیں مجھ کو اکثر لوگوں نے جو سنجیدہ خیال اور اہل الرائے سمجھے جاتے ہیں کہا کہ "یہاں ایک چھوٹے قد کا دبلا پتلا شخص لیکچر دیا کرتا تھا۔ اسکی آواز باوجود ایک نحیف اور کمزور انسان ہونیکے بہت بلند اور پرشوکت ہوتی تھی اور اسکے کلام میں ایک قوت اور لذت۔ وہ ایک روحانی آدمی تھا۔" یہ میرے الفاظ نہیں میں نے ان لوگوں کے خیالات کا خلاصہ لکھدیا ہے۔ میں ہمیشہ اس امر کی ضرورت سمجھتا رہا ہوں کہ کام کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی اور قدر ہو اور انکے کارناموں کو مٹنے نہ دیا جاوے نیر صاحب کے بعد ہائیڈ پارک کی تقریروں کا باقاعدہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے مجھ کو یہ بھی کہدینا چاہیئے کہ یہاں کے ایک مصنف نے ہائیڈ پارک کی تقریروں کے سلسلہ میں جس احمدی مبلغ کی تقریر کا ذکر کیا ہے اس سے نیر صاحب مراد نہیں بلکہ وہ برادرم عزیز دین صاحب کا ذکر ہے۔ اور میں اسکو تاریخی حیثیت سے بھی جائز نہیں سمجھتا کہ برادرم عزیز دین صاحب کا کام کسی دوسرے

منسوب ہو۔ برادرم عزیز دین صاحب کا جوش تبلیغ قابل رشک اور باعث صد ہزار تحسین ہے کہ وہ اپنے تجارتی فرائض سے ذرا بھی فرصت پاتے ہیں تو پارک میں تقریر کرتے ہیں اور اس جوش اور اخلاص کے ساتھ کہ میں اسکا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ انکو جزائے خیر دے۔ آمین مجھکو اندیشہ ہے کہ انکے ہندوستان چلے جانیکے بعد پارک میں تقریروں کا یہ رہا سہا سلسلہ بھی بند نہ ہوجاوے۔ موجودہ مبلغین لنڈن کے فرائض میں ریویو کی ایڈیٹری اور اسکے انتظام وغیرہ نے اتنا اضافہ کر دیا ہے کہ وہ بمشکل اسکے لئے وقت نکال سکتے ہیں۔ میرے ایک سال کے تجربہ نے بتایا ہے کہ پارک میں تقریریں کرنا یا تبادلہ خیالات نہایت ضروری چیز ہے میں نے اس خیال سے یہاں پارک کے قریب ایک ریڈنگ روم کھولنے کی خواہش کی تھی۔ اور ایک معزز دوست نے اسکے لئے ۲۵ پونڈ چندہ دیکر اس تحریک کا آغاز بھی کیا تھا۔ ... صاحب نے بھی پچیس پونڈ کا اسکے لئے وعدہ فرمایا (جبکہ وہ امتحان میں کامیاب ہوگئے) مجھے امید ہے وہ بھیجدینگے لیکن کم از کم ایک سال کیلئے ایک سو پونڈ اسکا خرچ ہوگا میں اسکے لئے کسی چندہ کی تحریک نہیں کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ ریڈنگ روم کھل جائیگا۔ اسوقت میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو تبلیغ کے کام میں ایک اور وسعت بھی ہوجائیگی۔ میں نے اس سو پونڈ کے جمع کرنے کا عزم کیا ہوا ہے اور یہ رقم انشاء اللہ کہیں نہ کہیں سے مل جائے گی۔

اس تحریک میں سب سے اوّل جس معزز دوست نے حصہ لیا وہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں مگر خدا تعالیٰ نے انکو سلسلہ کے اتنا قریب کر دیا ہوا ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ وہ سلسلہ کے ایک نہایت مفید رکن ہونگے (اللھم آمین) میری تحریک پر انہوں نے ریویو کی ۲۰ کاپیاں خرید کیں۔ احباب انکی کامیابی دین و دنیا کے لئے دعا کریں۔ مجھے اظہار نام کی نہ اجازت ہے اور نہ ضرورت۔ میں نے ان سے یہ بھی درخواست کی ہوئی ہے کہ ایک سال کا پورا خرچ آپ دیں یا اپنے دوستوں سے لے دیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میری تحریک انشاءاللہ نتیجہ خیز ہوگی۔ بہرحال لنڈن مشن کو کامیاب بنانے کے لئے جن اسباب اور ذرائع کی ضرورت ہے وہ ابھی ہمارے ہاتھ میں نہیں اور ہم کو بہت کچھ کرنا ہے۔

**لنڈن میں تبلیغی کام کی وسعت کا ایک اور طریق**

لنڈن میں تبلیغی کام کی وسعت کا ایک اور طریق بھی ہے اور وہ میرا سوچا ہوا خیال نہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سب سے پہلے اس تحریک کو ایک مرتبہ پیش کیا تھا میں اپنی اور اپنے دوستوں کی اس کمزوری کا شرح صدر سے اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کی بعض نہایت ضروری اور مفید تحریکیں (جو وہ اپنی مجالس روزانہ میں باضابطہ نہیں بلکہ عام سلسلہ گفتگو میں فرماتے ہیں) ہم وہیں سن کر چھوڑ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو آیندہ اس غفلت سے بچائے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ ذکر فرمایا کہ ایسے لوگ جو لنڈن میں یا وسیع الفاظ میں انگلستان میں پھیری کرنیوالے ہوں تو سلسلہ کے مبلغین کی ایک بہت بڑی تعداد بغیر کسی قسم کے خرچ کے میسر آسکتی ہے بلکہ وہ لنڈن کے مشن کے اخراجات بھی برداشت کر سکتے ہیں۔

شروع میں اسی تجویز اور تحریک کے سلسلہ میں برادرم عزیز الدین صاحب یہاں آئے۔ اور جب عزیز کرم الدین صاحب آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اسکی ہمت اور جرأت پر ایک خطبہ دیا۔ اور اس طرح پر لوگوں میں تحریک کی مگر مجھے افسوس سے کہنا چاہیئے کہ وقتی تحریک اور تاثیر کے بعد وہ روح ہم نے قائم نہ رکھی اور کرم دین صاحب بھی واپس ہندوستان چلے گئے۔

یہاں ہندوستانی پھیری والوں کی بہت بڑی تعداد ہے کئی سو کے قریب آدمی یہاں کام کرتے ہیں اور انمیں اکثر ایسے ہیں جو قطعاً لکھے پڑھے نہیں مگر نہایت کامیابی سے اپنا کام کر رہے ہیں اور بعض انمیں سے تیس پونڈ ماہانہ تک بھی کما لاتے ہیں۔ میرے خیال میں یہاں اس قسم کے لوگ نہایت آسانی سے فارغ البالی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اور تبلیغ کا جوش ہو تو وہ تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ آنیوالے مخلص۔ جفاکش اور اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے محض تبلیغ کے جوش میں آئیں

میری رائے میں کم از کم بیس آدمیوں کی ایک جماعت طیار ہو۔ اور سردست یہ درزی اور حجام ہوں۔ اور حجاموں میں ہی باورچی بھی ہوں۔ دین سے واقف ہوں اور مخلص احمدی ہوں۔ انکے لئے کام کا میدان ہے اور تبلیغ کا بہترین موقعہ یہ لوگ سلسلہ پر بار نہ ہوں اپنے خرچ سے آئیں اور یہاں کام کریں۔ ہر ایک آدمی کے لئے کم از کم پانچسو روپیہ کی ضرورت ہوگی لنڈن پہنچنے پر اگر کم از کم بیس پونڈ اسکی جیب میں ہوں تو کام کے جاری ہو جانے تک اسکو انشاء اللہ کفایت کرینگے۔ ہو سکتا ہے کہ دس دس آدمیوں کا گروہ آئے۔ جب بیس آدمیوں کی جماعت یہاں قائم ہو جائیگی تو انشاء اللہ وہ جماعت پھر دوسرے بیس کے لئے خود راستہ بنا لیگی نوجوان اٹھیں اور وہ جفاکشی۔ محنت۔ کام سے عار نہ کرنے کی فطرت لیکر اٹھیں۔

میں نہیں جانتا خدا تعالیٰ کی کونسی مصلحت مجھے یہاں لائی ہے لیکن میں اس فکر میں رہتا ہوں کہ سلسلہ کی نمایاں خدمت کا موقعہ ہاتھ آجاوے۔



**تبلیغ اسلام کے اخباری مشن**

ناظرین کو حیرت ہوگی کہ تبلیغ اسلام کے اخباری مشن کہاں سے پیدا ہو گئے؟ انکی حیرت اور تعجب کی فی الحقیقت کوئی حد نہ رہیگی جب انکو معلوم ہوگا کہ یہاں بعض محض اخباری مشن بھی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں؟ لیکن دوسرے ممالک۔ اور ہندوستان کے بعض اخبارات سے انکا پتہ چل جاتا ہے اور اگر اس قسم کی تحریکوں یا تحریروں سے اسلام کی کوئی عظمت قائم ہو جاتی تو میرے ہاتھ پر آجتک اگر ہزاروں نہیں تو سینکڑوں مسلمان ہو گئے ہوتے جنکا تذکرہ میں اخبارات میں بڑے طمطراق سے کر دیتا اللہ تعالیٰ کا احسان اور بے انتہا فضل ہے کہ میری طبیعت ظاہرداری اور ریاکاری سے ہمیشہ متنفر رہی ہے ورنہ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر میں یہاں کسی پیشوا کی حیثیت سے کام کرنا چاہوں تو اکثر عورتیں اور مرد میرے ساتھ ہو سکتے ہیں انمیں سے بعض نے بارہا کہا کہ "تم اپنا گرجا کیوں قائم نہیں کرتے" میں اسکا جو جواب دیتا ہوں وہ ظاہر ہے لیکن میرا مطلب صرف یہ ہے کہ یورپ کے لوگ عجوبہ پرست واقع ہوئے ہیں۔ احمدیت ان سے ایک موت کا جو حیات حقیقی کا ذریعہ ہے مطالبہ کرتی ہے اور کوئی راضی نہیں ہونا چاہتی اسلام کی حقیقی روح پیدا کرنی چاہتی ہے اسلئے یہ کام دیر میں ہوگا لیکن جب ہوگا تو ایک مستقل اور قوت کا نمونہ ہوگا۔

بہرحال یہاں بعض اخباری مشن کا تذکرہ البلاغ سے ترجمہ ہو کر دکیل میں شائع ہوا ہے اور مجھے تعجب ہے کہ دکیل جیسے وقیع اخبار کو

کس طرح یقین آگیا، رجولائی کے کیبل میں پچیس انگریزوں کے قبول اسلام کی خبر لکھی ہے:۔

"۲۵ انگریزوں نے جن میں سے اٹھارہ لارڈز ہیں اسلام قبول کیا ہے اور اپنے پچھلے نام بدل کر اسلامی نام رکھ لئے ہیں"۔

کاش اس خبر میں کچھ بھی صداقت ہوتی۔ اور بھی بہت کچھ اس میں لکھا ہے مگر مجھے اسپر ذرا بھی بحث نہیں کرنی ہے میں جب ہندوستان کے یا بعض دوسرے بلاد کے اخبارات میں اس قسم کے مضامین پڑھتا ہوں تو سُن سا ہوجاتا ہوں۔ اسی طرح ایک اور اخباری مشن بھی ہے۔ اور بعض اور اسلامی تحریکیں برائے نام ہیں۔ ان تمام تحریکوں اور مشنوں پر میں انشاء العزیز ضرورت پر پوست کندہ حالات لکھونگا۔ ووکنگ مشن ان اخباری مشنوں یا تحریکوں سے الگ ہے اور وہ ایک مشن ہے جسکا ذکر ضمنًا میں نے کیا ہے

اب سلسلہ کے تبلیغی مشن اسکی ضروریات اور بعض ضروری حالات کے بعد میں اپنے مشاغل و مشاہدات میں احباب کو لیجانا چاہتا ہوں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ یہاں بعض ضروری انسٹیٹیوشنز کو دیکھوں۔ خصوصًا مذہبی جماعتوں کو۔ مختلف اوقات میں ان لوگوں سے میرے مکالمات ہوتے رہتے ہیں اور میں انکے گرجوں میں جاتا رہتا ہوں۔

**انجیل مربع سلب امراض کے ایک گرجا میں۔**

یہاں آجکل یہ تحریک بڑے زوروں پر ہے کہ مسیح کو جو معجزہ بیماروں کو شفا بخشی کا دیا گیا تھا اب بھی وہی معجزہ دکھایا جاسکتا ہے۔ متعدد گرجے اور تحریکیں اس قسم کی قائم ہیں۔ اور مجھے یہاں کے تعلیم یافتہ عورتوں اور مردوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ اس قسم کے شعبدوں کے گرویدہ ہوجاتے ہیں۔ اور چالاک اور ہوشیار آدمی اس طرح پر اپنا اُلّو خوب سیدھا کرتے ہیں بمفصل ذکر تو میرے "مشاہدات" میں ہوگا لیکن یہاں میں مختصر سا ذکر سلب امراض کے ایک گرجا میں اپنے جانیکے واقعہ کا لکھتا ہوں ۱۲ اپریل کی شام کو پارک میں میں نے چند عورتوں کو دیکھا کہ وہ نہایت جوش اور سرگرمی سے تقریریں کر رہی تھیں انکی اسوقت کی لیڈر سے بعد اختتام وعظ میں نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ وہ انجیل مربع نام ایک سوسائٹی کی ممبر اور مناد ہیں اور انکے گرجا میں شفا بخشی کے معجزات دکھائے جاتے ہیں اس نے مجھے ۲۲ اپریل ۱۹۲۶ء جمعرات کے دن وہاں آنیکی دعوت دی چنانچہ میں ۳ بجے وقت مقررہ پر وہاں جا پہنچا اس گرجا کا نام PENTIE LC HAPEL ہے۔ یہ گرجا اپنی عمارتی شان کے لحاظ سے بہت بڑا گرجا ہے اس میں مختلف مقامات پر عجیب عجیب قسم کے ماٹوز آویزاں ہیں۔ گو دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ وہ کسی سے چندہ نہیں مانگتے مگر ہر محراب پر ایک صندوقچی آویزاں ہے اور اسپر کوئی نہ کوئی دلفریب فقرہ لکھا ہوا ہے ایک جگہ لکھا ہوا تھا:۔ "اپنی آمدنی کا عشر ادا نہ کرکے خدا کی چوری کیوں کرتے ہو؟" ظاہری تکلفات سے اسے کسیقدر صاف رکھا گیا تھا۔ اور سادگی کا عملی دخل ہے کوئی قربان گاہ وغیرہ نہیں ہے جس جگہ منسٹر بیٹھتا اور کھڑا ہو کر وعظ کرتا ہے وہاں سادہ سا ایک مربع سائبان (جیسے سکھ گرنتھ صاحب پر تان کر رکھتے ہیں) لٹکایا ہوا ہے اور یہ انجیل مربع کا نشان ہے۔ منسٹر دیر میں آیا لیکن اسکا انتظار نہیں کیا گیا ساڑھے تین بجے اس عورت نے (جو مجھ کو کل ملی تھی اور جو منسٹر کی شریک کار ہے) کارروائی شروع کردی آغاز عبادت حسب معمول گیت اور باجہ نوازی سے ہوا۔ یہ لوگ گاتے جاتے تھے اور درمیان میں بعض اوقات چٹکیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ میں کبھی گرجا کو دیکھتا تھا اور کبھی انکی حالت کو مشاہدہ کرتا مجھے خیال گذرتا کہ "اچھی خاصی قوالی کی محفل ہے"

یا مرزا کمال الدین صاحب کا میلہ ہے۔ ان چٹکیوں اور تالیوں کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی مجلس کے ایک یا دوسری سمت سے گلوری اور ہلیلویاہ کی آوازیں ٹھیک اسی طرح آجاتی تھیں جیسے ہمارے ایک افغان بھائی "ہُو کا نعرہ لگایا کرتے ہیں" غرض ایک عجیب تماشا تھا۔ میں تو جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ اس قسم کی جذبات آفرین حرکات سے ایک کیفیت اور محویت پیدا کرنا بظاہر مقصود ہے لیکن حقیقت میں پھنسے ہوئے جانوروں پر اپنی خدا رسیدگی کا اظہار ہے۔ اس باجہ نوازی اور سماع کی محفل کے بعد مختصر سی دعا ہوئی۔ اس اثنا میں منسٹر صاحب بھی آچکے تھے ایک شخص نے انجیل کا کچھ حصہ پڑھا پھر منسٹر کی درخواست پر بعض لوگوں نے اپنی بیماریوں سے شفایابی کے اعلانات کیئے اور منسٹر نے ایک وجد آفرین تقریر کی جو محض الفاظ کا مجموعہ تھی۔ اس قسم کی تقریریں دیو سماج لاہور کی مجالس میں بہت سُننے میں آئی ہیں۔ میں جہاں انکی باجہ نوازی اور چٹکیوں اور تالیوں کے دوروں میں مرزا کمال الدین صاحب کی قوالی کا لطف اٹھا رہا تھا (گو وہ قوالی اس سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے) وہاں اس تقریر میں دیو سماج کے ہاں کی تقریروں کو سن رہا تھا جس طرح وہاں ایک زمانے میں (سنہ ۱۸۹۲ء میں) سکل پاپ کی چھے کے نعرہ سنا کرتا تھا یہاں گلوری کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ آخر یہ کارروائی ختم ہو کر اب شفایابی کا وقت آیا۔ اس میں کیا ہوا صرف چند بیمار عورتوں اور ایک مرد کو پلیٹ فارم پر لیجا کر بٹھایا گیا اور دو مضبوط آدمی انمیں سے ایک کو پکڑ کر کھڑے ہوتے اور منسٹر صاحب مسمریزم کا عمل کر کے مریضہ پر نیند غیر طبعی طاری کرتے۔ اور اسے اُٹھا کر ایک کوچ پر لٹا دیتے۔ دو تین منٹ کے اندر اسکو ہوش آجاتا۔ اس طرح یہ کارروائی کوئی پندرہ منٹ میں ختم ہو گئی۔ میں منتظر تھا کہ یہ تماشا ختم ہو تو میں منسٹر صاحب سے گفتگو کروں۔ ان لوگوں نے سمجھا ہوا تھا کہ میں اس تماشا اور گلوری کے نعروں سے مسحور ہو جاؤنگا۔ اسلیئے وہ کسی گفتگو مذہبی کے متوقع نہ تھے مگر جب میں نے منسٹر صاحب سے کہا کہ میں یہ تماشا دیکھنے نہیں آیا آپ سے گفتگو کرنے آیا ہوں تو انکو تعجب ہوا۔ چونکہ انکے مریدوں کے جمگھٹے میں میں نے یہ مطالبہ کیا وہ مجبور تھے۔ میرے ارد گرد ایک مجمع ہو گیا حاضرین کی تعداد جن میں ۲ مرد میرے سوا اور باقی عورتیں تھیں) پچاس کے قریب تھی۔ بعض عورتوں نے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کرنا چاہا میں نے کہا کہ:۔

میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملایا کرتا مسیح نے کسی عورت سے ہاتھ نہیں ملایا

میرے اس کہنے پر انکو تعجب سا ہونا قدرتی امر تھا۔ مجھے اس تمام تماشا کو دیکھ کر ایک جوش اور غصہ آرہا تھا کہ یہ خدا تعالیٰ کی عبادت کا مضحکہ اڑاتے ہیں بہر حال میں نے منسٹر صاحب سے انکے اکثر مریدوں کی موجودگی میں حسب ذیل گفتگو کی:۔

میں۔ میں آپ سے چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں آپ کی ایک پیروکار عورت نے کل مجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔

منسٹر۔ آپ پوچھیئے۔

مَیں ۔ پہلی بات تو مَیں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ طریق عبادت انجیل میں کہاں ہے؟ آپ مجھے اسی انجیل سے جسکے آپ پیرو ہیں دکھائیں کہ مسیحؑ یا اسکے حواریوں نے اس قسم کا تماشا کیا ہو؟

میرے اس سوآل کا جو مَیں نے ایک جوش آفرین الفاظ میں کیا منسٹر پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بالکل مبہوت ہو گیا ایک لفظ بھی اسکے مُنہ سے نہ نکلا ۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے مجھے دراصل خود ایک جوش تھا کہ یہ کیا مذاق اور مخول بنا رکھا ہے خدا کی عبادت ہے یا مسخرہ پن؟

جب اس نے کوئی جواب نہ دیا اور صرف حیرت اور شرمندگی سے میرے مُنہ کو تک رہا تھا تو مَیں نے جھٹ اسی جوش و خروش سے دوسرا سوال کیا :۔

مَیں ۔ آپ یہاں روح القدس کے نازل ہونے کے نعرہ لگا رہے تھے گویا روح القدس اُتر رہا ہے اور اسکی تجلّی ظاہر ہو رہی ہے ۔ انجیل میں روح القدس کے نزول کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ایک تو مسیحؑ پر اُترا تھا وہ کبوتر کی صورت تھی یہاں مَیں نے تو کوئی کبوتر اُترتا ہوا نہیں دیکھا ۔ دوسری صورت حواریوں پر نزول کی لکھی ہے کہ وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے ۔ مَیں عربی میں آپ سے کلام کرونگا عربی میں جواب دو ۔ یا فارسی میں میرے ساتھ گفتگو کرو ۔ ہندوستانی بولو تب معلوم ہو گا کہ روح القدس اُتری ہے اور اس سے انجیل کی صداقت دربارہ نزول روح القدس معلوم ہو جائے گی ۔



منسٹر جو پہلے ہی مبہوت تھا اور بھی حیران ہو گیا اور میری آواز بھی لحظہ بہ لحظہ بلند ہو رہی تھی ۔ مَیں نے اسکو کہا کہ یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے اپنے آپکو اور دوسروں کو کیوں دھوکا دیتے ہو انسانی زندگی کا مقصد یہ شعبدہ بازی نہیں ہے ۔ اگر کوئی خوبی اور ایمانی قوت ہے تو انجیل کے رو سے (جس کا تم اپنے آپکو پیرو ظاہر کرتے ہو) اپنا ایماندار ہونا تو ثابت کرو ۔ وہاں تو لکھا ہے کہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دو گے مَیں پہاڑ کے لئے آپکو تکلیف نہیں دیتا میری یہ کتاب ہے دیکھو کر زمین پر کتاب (جو پروفیسر میکس مولر نے علم اللسان پر لکھی ہے اور مَیں نے اسی روز راستہ میں خریدی تھی) رکھدی اور کہا کہ اسکو کہو کہ حرکت کرے ۔ اور اپنے اس میسمریزم کا سارا زور لگا دو ۔ اور مَیں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ اسکو نہیں ہلا سکو گے ۔ اور وہ نیند غیر طبیعی جو ان کمزور عورتوں پر عاید کرتے ہو مجھ پر طاری کرو تو تمھاری اس قوت میسمریزم کا بھی اعتراف کرونگا ۔ آزماؤ اور زور لگاؤ ۔ اور دیکھو تمھارا دل خود دھڑک رہا ہے ،

منسٹر سے کچھ بن نہ آیا سراسیمہ ہو چکا تھا آہستہ سے کہا کہ مَیں نہیں کر سکتا ۔

مَیں ۔ پھر یہ نعرے کیوں لگاتے تھے اور لوگوں پر ظاہر کرتے تھے گویا ابھی آسمان سے اُتر آئے ہیں اور تمام

تو میں ایک آیت جو میری انجیل مثلث ہے آپ تو انجیل مربع کے پیرو ہیں اس کا جواب دو (میں نے تین سوال کیئے تھے اسلیئے اسکا نام انجیل مثلث رکھدیا) ملکے سامعین اور مرید تعجب اور حیرت سے سن اور دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا افتاد پڑی تب میں نے کہا کہ



دیکھو خدا تعالیٰ ان باتوں سے خوش نہیں ہو سکتا اس سے بہتر اثر تمہارے دلوں پر تھیئٹر میں ہو سکتا ہے۔ ناول پڑھ کر تم یہ جانتے ہوئے بھی کہ فرضی قصہ ہے کوئی واقعہ تمہارے سامنے نہیں ہو رہا تم رو پڑتے ہو ان جذبات کا کچھ اثر نہیں اپنے اس منسٹر سے پوچھو کہ انسانی زندگی کا کیا مقصد ہے؟ اور کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ یہ مسمریزم کے تماشے روحانیت سے تعلق نہیں رکھتے روحانیت کیا اسکو ادنیٰ اخلاق سے بھی تعلق نہیں ایک چور بدکار بھی مشق کرکے کر سکتا ہے۔ اگر یہ کوئی چیز ہے تو اسے کہو کہ مجھ پر مسمریزم کریں۔ منسٹر صاحب کو یہ معقول گیا کہ میں اسکے سامعین کو مخاطب کر رہا ہوں وہ جھٹ اندر کو بھاگے اور بڑی اونچی آواز سے کہا کہ:۔

آؤ اب چاء طیار ہے

اور مجھ کو کہا گیا کہ آپ اس دروازے سے باہر جا سکتے ہیں میں نے کہا کہ میں اس خاتون سے ملنا چاہتا ہوں جس نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دی تھی میرے اس سوال کے جواب میں کہا گیا کہ وہ اب نہیں مل سکتی۔ اس طرح پر میں اس تماشا کو دیکھ کر ساڑھے پانچ بجے کے قریب واپس ہوا۔ مجھے ان لوگوں کی ذہنیت پر تعجب آتا ہے کہ یہ کن سفلی باتوں پر گر گئے ہیں سچ یہ ہے کہ۔ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند ؏

## احاطہ بمبئی کے مشہور سنسکرت عالم کی رائے

:۔ "میں یہ یقین نہیں رکھتا کہ سوامی دیانند صاحب نے ویدوں کا جو ترجمہ کیا ہے۔ وہ خود بھی اسکے درست ہونے میں پختہ اعتقاد رکھتے تھے نہ ہی میں یہ یقین کرتا ہوں کہ وید سنگھتاؤں کے ایشور رچیت ہونے میں وہ کچھ بہت پختہ اعتقاد رکھ سکتے تھے اگرچہ مجھے یقین ہے کہ ویدوں کی جو اتھارٹی ایک لمبے عرصہ سے قائم ہو چکی ہے اسکو قائم رکھنے سے (بشرطیکہ اسکی درست رہنمائی کیجاوے) جس فائدہ کی امید ہو سکتی تھی اسمیں وہ ضرور یقین رکھتے تھے۔

ویدمنتروں کی جو تفسیر انہوں نے کی ہے میں اسکے ساتھ کسی قسم کی کوئی ہمدردی نہیں رکھتا کیونکہ میرا یہ یقین ہے کہ وہ تفسیر بنیادی طور پر ہی غلط ہے۔ وہ قطعی ناقابل اعتبار ہے کیونکہ وہ پہلے سے ہی فرض کیئے ہوئے نتیجوں کے مطابق ٹھیک ٹھاک بنائی گئی ہے۔ انہوں نے وید کا ترجمہ ویسا نہیں کیا جیسا کہ انکا اصل مفہوم تھا بلکہ ویسا کیا ہے۔ جیسا کہ وہ خود چاہتے تھے۔ بیشک ایسے طرز عمل کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا جیسا کہ ہوا ہے کہ وہ ضرورت وقت کے اصولوں کو اختیار کرنیکے لیئے مجبور ہوگئے کیونکہ وہ یاکرن محاورہ زباندانی اور نکتہ چینی کے مسلمہ قواعد کے قطعی مخالف ہیں جس طرح اگر کوئی شخص بائیبل کی کتاب پیدائش میں سے ایک جہاز یا ریلوے تعمیر کرنیکے لیئے ہدایتیں نکالنا چاہے تو اسے جیسی مشکل پیش آ سکتی ہے ویسی ہی مشکل سوامی دیانند صاحب کو ویدوں میں سے اخلاقی، سوشل اور مذہبی قوانین کا ایسا ضابطہ نکالنے میں پیش آئی ہے۔ کہ جو اس ملک کے باشندوں اور شائد اور دیگر لوگوں کی موجودہ حالتیں ٹھیک بیٹھ سکتا ہو" (پنڈت دیانند انویلڈ ۱۸۹۱ء)

# لنڈن میں احمدیہ مسجد کا افتتاح

وہ مسجد جس کے لئے ۱۰ر جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایک اپیل شائع کی اور بتایا۔ کہ جب تک اپنی مسجد نہ ہو۔ اپنا مکان نہ ہو۔ تبلیغ کا کام ولایت میں کماحقہ نہیں ہو سکتا تیار ہو گئی۔ پہلے یہی خیال تھا۔ کہ تیس ہزار چندہ کر لیا جائے لیکن جب حضور نے قادیان کے احباب کو جمع کر کے تحریک کی تو پانچ ہزار کے قریب اسی وقت جمع ہو گیا اور جب دوسرے روز عورتوں و مردوں میں تحریک کی تو بارہ ہزار قادیان ہی میں چندہ ہو گیا۔ اس لئے آپ نے ایک لاکھ کی تحریک شائع فرمائی۔

خدا تعالیٰ نے اس میں ایسی برکت دی۔ کہ جماعت احمدیہ کے ضرب المثل ایثار سے مارچ سنہ ۱۹۲۰ء تک اس مد میں ۶۵۵۴۸ (ساڑھے پینسٹھ ہزار) روپیہ جمع ہو گیا۔ اور پھر ۱۵ر جون سنہ ۱۹۲۰ء تک ۹۷۴۶۱-۱-۱۳ روپے نقد چندہ کی رقم ہو گئی۔ بالآخر یہ رقم ایک لاکھ روپے کے قریب ہو گئی۔ ولایت میں جناب چوہدری فتح محمد صاحب نے بڑی محنت سے ایک موزوں مقام تلاش کیا۔ اور وہ خرید لیا گیا۔ چنانچہ جناب نیر صاحب نے ۲۰ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء کو اطلاع دی۔ کہ مسجد احمدیہ لنڈن کے لئے زمین خرید لی گئی۔ خرید کردہ قطع میں علاوہ سکنی مکان کے ایک ایکڑ سے کچھ زائد رقبہ میں ثمردار درختوں کا باغ ہے۔ اس مکان کی مرمت وغیرہ کرانے کے بعد احمدی مبلغ اس میں چلے گئے۔ اسی مکان میں نماز باجماعت ہوتی رہی۔ لنڈن سے ۷ر فروری سنہ ۱۹۲۱ء کو ریوٹر نے تار دیا۔ کہ کل ایک خوش منظر رسم ادا ہوئی۔ ایک نئی اسلامی انسٹی ٹیوشن ایک عظیم الشان مکان واقع پٹنے میں قائم کی گئی۔ جہاں ایک مسجد تعمیر کی جائے گی۔

اس وقت مالی حالت کچھ ایسی تھی۔ کہ مسجد کا کام کچھ تعویق میں پڑ گیا۔ آخر حضرت خلیفۃ المسیح جب ولایت تشریف لے گئے۔ تو آپ نے ۱۹ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء کو اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس کا حال اخباروں میں چھپ گیا۔ ادھر برلن (جرمنی) میں ایک مسجد بنانے کی تحریک ہو چکی تھی جس کے لئے صرف خواتین احمدیہ جماعت کی طرف سے بے نظیر قربانی و لامثال جوش ملی کا نمونہ پیش ہوا۔ اس چندے سے برلن میں زمین خریدی جا چکی تھی لیکن عمارت بنانے میں ایسی مشکلات سدّ راہ ہوئیں۔ کہ زمین فروخت کر دی گئی۔ اور اس روپے سے لنڈن کے خرید کردہ قطعہ زمین میں مولوی عبدالرحیم صاحب درد و مولوی غلام فرید صاحب کی نگرانی میں زیر ہدایت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ وہ مسجد بنائی گئی۔ جس کی رسم افتتاح ۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء کو اس شان و شوکت کے ساتھ ادا ہوئی۔ جو مندرجہ ذیل تار سے ظاہر ہے:۔

## سابق وزیر گورنمنٹ پنجاب کی صدارت

الحمد للہ کہ رسم افتتاح عظیم الشان کامیابی کے ساتھ سرانجام پائی۔ جناب شیخ عبد القادر صاحب نے جو بحیثیت لیگ آف نیشنز کے نمائندہ کے یہاں تشریف فرما تھے ۳ اکتوبر بروز اتوار تین بجے بعد از دوپہر رسم افتتاح کو ادا کیا۔

## نامی گرامی اصحاب کی شمولیت

حاضرین مجلس کی تعداد چھ سو نفوس پر مشتمل تھی۔ اور چار سو سے زیادہ اشخاص باہر سے اس نظارۂ دلربا کو نظارہ کرتے رہے۔ گیارہ سفیر اور قنصل۔ چھ پیر (لارڈ) بارہ ممبر پارلیمنٹ۔ مہاراجہ بردوان۔ سر مائیکل اوڈوائر۔ سر عباس علی۔ مسٹر آف ورڈز ورتھ۔ مسٹر سین اور بیشمار فوجی بحری اور سول کے ممتاز و نامی گرامی ہستیاں رونق آرائے بزم افتتاح تھیں۔

## ہر نسل و رنگ کے معززین شامل ہوئے

ایسا ہی مصری۔ شامی۔ اطالوی۔ عراقی۔ مشرقی اور مغربی افریقوی ملائی اور تمام دیگر نسلوں اور رنگوں اور قوموں کے ذی وجاہت لوگ موجود تھے۔

## مختلف علاقوں کے شرفا موجود تھے

تقریب افتتاح میں شمولیت حاصل کرنیکے لئے مانچسٹر۔ ڈنڈی۔ اڈنبرا۔ لورپول۔ لائی سسٹر۔ ڈربی۔ نیوکیسل۔ بلیک پول۔ اکسفورڈ۔ کیمبرج اور لنڈن کے تمام حصص سے لوگ کثرت سے آئے۔

## حضرت امام جماعت احمدیہ کا پیغام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کا پیغام رسم افتتاح کی ابتدا میں پڑھا گیا اور اسکی چھپی ہوئی کاپیاں تقسیم کی گئیں۔ جنکو از حد قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ بعد ازاں مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم اے امام جماعت لنڈن نے ایڈریس پڑھا۔

## صدر جلسہ مہاراجہ بردوان کی تقریریں

اسکے بعد جناب شیخ عبد القادر صاحب صدر مجلس افتتاح مہاراجہ آف بردوان اور سر عباس علی نے اس کامیاب افتتاح پر تقریریں کیں۔

## مبارکبادی کے تار

حیدرآباد۔ پنجاب۔ سرحد۔ برار۔ بہار۔ بنگال۔ مدراس۔ کراچی۔ ماریشس۔ نائیجیریا۔ گولڈ کوسٹ اور امریکہ سے جو مبارکبادی کے تار آئے تھے۔ پڑھے گئے۔

## مسجد میں پہلی نماز و دعوت فواکہ

پہلی نماز ادا کیگئی۔ چار انگریزوں نے قبول اسلام کیا۔ بعد ازاں صحن مسجد میں اصحاب مجلس افتتاح کی ریفرشمنٹ سے تواضع کی گئی۔

## انگلستان والے گہری دلچسپی لے رہے ہیں

پریس بڑی گہری دلچسپی لے رہا ہے۔ کئی ایک فوٹوگرافروں اور سینما والوں نے تصاویر لیں۔

## (حضرت امام کا برقی پیغام)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

مَیں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ہم کمزوروں اور ناتوانوں کو سینکڑوں سالوں کی گہری نیند کے بعد پھر جاگنے کی توفیق دی۔ اور پھر یہ ہمّت دی کہ ہم اہل مغرب کے اُس عظیم الشان احسان کے بدلہ میں جو ہماری غافل نیند کے عرصہ میں شمعِ علم کو بلند رکھ کر انہوں نے ہم پر اور باقی بنی نوع انسان پر کیا تھا۔ اِس مقدس گھر کو انکے سب سے بڑے مرکز میں بنا کر انکے احسان کے بارگراں سے سبکدوش ہونے کی سچّی خواہش کا عملی ثبوت دیں۔ پھر مَیں صدرِ جلسہ کا خصوصاً اور باقی احباب کا عموماً اپنی طرف سے اور اپنی تمام جماعت کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے دُور و نزدیک سے تشریف لا کر ہماری اس ناچیز سعی کی تکمیل کے موقع پر تعاون و ہمدردی کا ہاتھ بٹایا۔



اس کے بعد مَیں اِس نادر موقع کو غنیمت جانتا ہوں۔ تمام حاضرین اور پھر پریس کے ذریعہ سے تمام دنیا کے لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی پیدائش کی غرض کو سمجھیں اور اپنی مجموعی کوشش سے اُس مقصد کے حصُول کی طرف توجہ کریں جسکے لئے دنیا کی بہترین ہستیوں نے اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ میرے مخاطب خصوصیّت کے ساتھ انگلستان کے لوگ اور پھر دوسرے اہلِ مغرب ہیں جنہوں نے اپنے ملک کے روشن گوہروں کی یادگاروں سے اپنی سرزمین کو بھر دیا ہے۔ مَیں ان سے کہتا ہوں کہ وہ خیر خواہان ملک جن کی یاد کو وہ تازہ رکھتے ہیں ان خدا کے مقدس نبیوں کے مقابلہ میں جنہوں نے دنیا کی بہتری کے لئے اپنے دل اور اپنی روح کو اس طرح پگھلا دیا جس طرح آگ میں سیسہ پگھل جاتا ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے پھر

کیا افسوس کی بات نہیں کہ اسوقت لوگ ان بزرگوں کی یادگار قائم رکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہ لوگ توحید۔ خدا کی محبت۔ روحانی پاکیزگی۔ اخلاق کی درستی۔ غربا کی سچی ہمدردی۔ بنی نوع انسان کے حقوق کی نگہداشت۔ اتحاد۔ اور حقیقی مساوات کو دنیا میں قائم رکھنے کے لئے آئے تھے۔ اور یہی وہ خوبیاں ہیں جنکی طرف سے سخت غفلت برتی جارہی ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کی طرف مسجد ہمیں بلاتی ہے۔ مسجد کیا ہے؟ ایک اینٹوں یا پتھروں کی عمارت ہے جس میں اور دوسری عمارتوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا۔ یعنی کسی خاص مقام کی خصوصیت نہیں۔ سب دنیا ہی میرے لئے مسجد ہے۔ پس باوجود اسکے کہ سب دنیا ہی مسجد ہے ایک خاص مقام کو منتخب کرنا درحقیقت انسان کے سوئے ہوئے جذبات کو جگانے کے لئے ہے۔

یہ خاموش مگر باوقار گنبد انسانی زبان سے زیادہ فصاحت کے ساتھ ان باریک رشتوں کو جو انسان خواہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی بے دینی کی حالت کو پہنچ گیا ہو اسکے اندر زندہ رہتے ہیں ہلا دیتا ہے۔ اور اپنے پیدا کرنے والے کی محبت کا روگ پیدا کر دیتا ہے۔ یہ عمارت زبانِ حال سے ان تمام پاکیزہ تعلیموں کو جو خدا تعالیٰ کے نبی دنیا میں لائے تھے بیان کرتی ہے۔ یہ ان حقیقتوں کی جو نبیوں اور انکے سچے پیروؤں سے زندہ ہوتی چلی آئی ہیں ایک مادی یادگار ہے۔ یہ خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتی ہے۔ اس خدا کی طرف جس نے ہمیں اور ہمارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ جو ہماری اور ہمارے باپ دادوں کی پرورش کرتا ہے۔ اور جس کی طرف ہم اور ہمارے باپ دادے لوٹ کر جائینگے۔ وہ اکیلا خدا ہے۔ آسمان میں بھی اور زمین میں بھی۔ اوپر بلندیوں میں بھی اور نیچے پاتال میں بھی اسکی بادشاہت ہے۔ سب محبت کرنیوالوں سے زیادہ محبت کرنے والا۔ سب محسنوں سے زیادہ محسن۔ جسکا رحم تو رحم ہے ہی اسکی سزا بھی محبت سے پُر اور شفقت سے لبریز ہوتی ہے۔ ہماری روح اسکے فضلوں کو دیکھ کر اسکے آستانہ پر گرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے قدوس تیری بڑائی ہو۔ تیرا نام انسانوں کے دلوں میں بھی اسی طرح بلند ہو جس طرح تیری وسیع قدرت کے مناظر میں بلند ہے۔

پھر مسجد خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف ہونے کے سبب سے روحانی اور اخلاقی ترقیات کی طرف بلاتی ہے۔ جماعت اتحاد کی طرف۔ صفیں مساوات کی تعلیم کی طرف۔ امام نظام کے فوائد کی طرف۔ اور نماز کے آخر میں دائیں بائیں سلام پھیرنا دائیں بائیں سلامتی کی

تعلیم پھیلانے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

غرض مسجد ان اعلیٰ تعلیمات کا ایک ظاہری نشان ہے۔ جو انبیاءؑ دنیا میں لائے۔ ورنہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں مسلمانوں کو انکے رسول ؐ نے یہی تعلیم دی ہے کہ وہ سب دنیا کو ہی مسجد سمجھیں یعنی ان اعلیٰ تعلیمات کو جو انبیاءؑ کی طرف سے انہیں ملی ہیں ایک خاص مکان کی چار دیواری میں ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اپنے تمام معاملات میں انکو ظاہر کریں اور زندگی کے تمام شعبوں میں انکو مدِّنظر رکھیں۔ خدائے واحد کی محبت انکے دلوں میں ہو۔ اسکے نام کی عظمت کے قائم کرنے کی فکر انہیں لگی رہے۔ اخلاقی درستی۔ حرّیتِ ضمیر۔ اتحاد۔ غریبوں کی خبر گیری۔ مساوات کے جذبات کو وہ اپنے دل میں بھی پیدا کریں۔ اور لوگوں کو بھی اس طرف بلائیں۔

انہی امور کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ اور آپؑ کے اس مشن کو پورا کرنے کے لئے ہی احمدی جماعت کی طرف سے مغرب میں مبلّغ بھیجے گئے ہیں۔ اور اس مشن کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہی یہ مسجد بنائی گئی ہے۔ اس خدا کے گھر کی بنیاد اکتوبر ۱۹۲۴ء میں میں نے صرف ان مذکورہ بالا اعلیٰ تعلیمات کو رائج کرنے کے لئے رکھی تھی جو نبیوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "فداہ نفسی وروحی" دنیا میں لائے تھے۔ ہمیں مسیحیت سے کوئی دشمنی نہیں۔ ہم حضرت مسیحؑ کو خدا تعالیٰ کا راستباز نبی اور ایک اولوالعزم نبی مانتے ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ آپؑ ہی کی پیشگوئیوں کے مطابق عرب میں بانیٔ اسلامؐ اس آخری ہدایت نامہ کو لیکر مبعوث ہوئے جو اب دنیا کے خاتمہ تک کے لئے ہدایت نامہ ہے حتّٰی کہ اس زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعودؑ بھی جو خود حضرت مسیحؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوئے ہیں اسی ہدایت نامہ کی حقیقت کو دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔

ہم لوگوں کا مقصد اس مرکزِ توحید میں بیٹھ کر محبّت اور اخلاص کے ساتھ واحد خدا کی پرستش کا رائج کرنا اور اس کی محبت کو قائم کرنا ہوگا۔ ہم مذاہب سے منافرت اور تباغض کو دُور کرکے تحقیق کی سچّی روح کو پیدا کرنے کی کوشش کرینگے اور اخلاق کی درستی اور ظلم کے مٹانے کی سعی کرینگے۔ آقا اور نوکر۔ گورے اور کالے۔ مشرقی اور مغربی کے درمیان تعلّقاتِ اخلاص اور حقیقی مساوات جس میں جائز فوقیتوں کا تسلیم کرنا شامل ہوگا ہمارا مقصد ہوگا۔ اور ہم اس موقع پر مسیحی دنیا سے بھی التجا کرتے ہیں کہ وہ اسلام کو

تعصّب کی نگاہ سے نہ دیکھے بلکہ اسکے عیب نکالنے کی بجائے اسکی خوبیوں کی جستجو کرے۔ کیونکہ سچّائی دوسرے کے عیوب نکالنے سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اپنی فوقیّت ثابت کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔

اے بھائیو! دنیا شرک بے دینی۔ خدا سے بے توجہی۔ ملکی تباغض۔ قومی تنافر۔ اور جماعتی کش مکشوں کی جولانگاہ ہو رہی ہے۔ پس ہر اک جو خدا تعالےٰ سے محبّت رکھتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی غفلت سے بیدار ہو اور خدا کے نام پر بنائے ہوئے گھروں کو بے دینی اور شقاق کا مرکز بنانے کی بجائے توحید اور اتحاد کا مرکز بنائے۔ آؤ ہم سب ملکر توحید کو جسپر سب کا اتفاق ہے قائم کریں ہم لوگوں کے اندر یہ روح پیدا کریں کہ وہ تعصّب سے آزاد ہو کر جو سب سے بڑا بُت ہے خدائے واحد کی دیانتداری سے جستجو کریں۔ اور خواہ وہ کسی مذہب میں ہو اسے قبول کر لیں۔ ہم اُس خدا کی طرف نہ جُھکیں جو ہمارے دماغوں نے پیدا کیا ہے۔ کیونکہ خواہ ہم اس کا نام کچھ رکھیں وہ ایک بُت ہے۔ بلکہ اس خدا کی طرف جُھکیں کہ جو سب دنیا کا خالق ہے۔ جسکے جلوے دنیا کے ہر ذرہ میں نظر آتے ہیں۔ جو اپنی زندہ طاقتیں ہمیشہ اپنے مقدّسوں کے ذریعہ سے ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اور پھر اُس مشرق و مغرب کے خدا پر ایمان لاتے ہوئے یہ کوشش کریں کہ دنیا میں امن و امان قائم ہو۔ ایک ملک کے اندرونی نظام میں بھی اور مختلف ممالک کے درمیان بھی۔ ہماری بڑائی اس میں نہ ہو کہ ہم اپنے مال اور طاقت کے ذریعہ سے لوگوں کو زیر کریں نہ اس میں کہ ہم اپنے جتھے کے ذریعہ سے لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ ہماری بڑائی کمزوروں پر رحم کرنے اور حقدار کو اس کا حق دینے میں ہی ہو۔

اے خدا! تیرا جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ اور یہ مسجد تیرے نام کو بلند کرنے اور تیرے بندوں کے دلوں میں محبّت و اخلاص پیدا کرنے کا ایک بڑا مرکز ہو۔ آمین ؛ واٰخر دعوٰنا ان الحمد لِلّٰہِ ربّ العٰلمین۔

مرزا محمود احمد۔ امام جماعت احمدیہ ۲۶ ۹/۲۶

## لنڈن میں خدا کا پہلا گھر

اس تقریب سعید پر سٹیٹسمین کو جو خاص تار پہنچا اس کا ترجمہ روزنامہ ہمدم ۷ اکتوبر سے منقول ہے:۔ لنڈن ۴ اکتوبر۔ مسلمانوں کی جماعت احمدیہ عرصہ دراز سے کوشاں تھی۔ کہ لنڈن میں کوئی اپنا قابل قدر مرکز قائم کرے چنانچہ خدا خدا کر کے آج وہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی اور مقام ساؤتھ فیلڈ واقع جنوب مغربی لنڈن کی مسجد کا مسلمانوں کے مجمع کثیر، پارلیمنٹ اور دیگر ممتاز و سر برآوردہ اشخاص کے سامنے افتتاح ہوا۔

آخر وقت تک اس کی امید تھی۔ کہ مسجد کا افتتاح امیر فیصل بن سلطان ابن سعود کے ہاتھوں عمل میں آئیگا۔ لیکن لوگوں نے امام مسجد مولانا درد کا دروازۂ مسجد پر چسپاں یہ نوٹس مایوسی کے ساتھ پڑھا۔ کہ امیر موصوف کے والد نے آپکو اس تقریب کی شرکت سے منع کر دیا۔ یہ رسم شیخ عبد القادر صاحب سابق وزیر صوبۂ پنجاب کے ہاتھوں عمل میں آئیگی مطلع صاف تو نہیں تھا۔ مگر بادل چھٹے ہوئے تھے۔ اور کبھی کبھی آفتاب عالمتاب کا رخ روشن منور بے نقاب ہو جاتا تھا۔ رسم افتتاح شروع ہونے سے گھنٹوں پیشتر سفید میناروں والی مسجد کے سامنے جو اسوقت آرائش و زیبائش سے چوتھی کی دولہن بنی ہوئی تھی سڑک پر لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔



شیخ عبد القادر سے پہلے موقعہ پر مہاراجہ بردوان تشریف لائے۔ جن کا لوگوں نے نعرہ ہائے مسرت سے خیر مقدم کیا۔ امام مسجد نے وہ طویل پیغام پڑھ کر سنایا۔ جو بجری تار کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے امام حضرت صاحبزادہ صاحب نے ہندوستان سے ارسال فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت سے پیغامات تہنیت پڑھ کر سنائے۔ جو اکناف عالم سے آئے تھے۔ امام صاحب مسجد نے ایک طویل تقریر میں اس امر کی تشریح فرمائی۔ کہ امیر فیصل کا شریک نہ ہونا ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔

جسوقت شیخ عبد القادر صاحب نے مسجد کا دروازہ کھولا "اللہ اکبر" کے پرجوش نعرے عرش بریں تک پہنچے۔ اسکے بعد تمام پارٹی مسجد میں داخل ہوئی۔ جہاں تقریریں کی گئیں۔ شیخ عبد القادر نے امیر فیصل کی عدم شرکت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اگرچہ میں احمدی نہیں ہوں۔ لیکن میں نہایت مسرت کے ساتھ مسجد کا افتتاح کرتا ہوں۔ آپنے اپنی طویل تقریر میں دیر تک جماعت احمدیہ کی خصوصیات حسنہ بیان فرمائیں۔ اور فرمایا کہ دنیا میں ایسا کوئی مذہب نہیں ہے جسمیں مختلف فرقے نہ ہوں لہذا اسلام بھی اس کلیہ سے مستثنےٰ نہیں۔

مہاراجہ صاحب بردوان نے فرمایا۔ کہ اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں۔ لیکن اس تقریب میں شریک ہونا میں نہ صرف اپنا حق بلکہ اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ہندو مسلم اختلافات کے بارہ میں مہاراجہ صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان اختلافات کا تعلق صرف مذہب سے ہے۔ دنیوی مسائل سے کچھ واسطہ نہیں آجکل جو ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ یہ محض عارضی ہے۔ وہ گنگھور ابر کہ بادل پھٹ جائینگے۔ کیونکہ ہندو مسلمان تو تقریروں کے بعد چاء پانی ہوا۔ اسکے بعد سب سے پہلی مرتبہ لنڈن میں نعرۂ توحید بلند ہوا۔ یعنی بلال نبوی کے جانشین مؤذن نے صدائے "اللہ اکبر" بلند کی۔ اور مسلمان وضو کر کے

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز ❁ نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

مورخین کا اب تک یہ خیال تھا کہ تاریخ سے تسبیح پڑھنے کے سب سے قدیم دستور کا بودھ مت کی اس جماعت میں پتہ چلتا ہے جو تبت کی پہاڑی پر رہتی تھی۔ کیونکہ اس پہاڑی کے آثار قدیمہ کے متعلق بعض مباحث علمیہ کے سلسلہ میں بعض ایسے دھاگے دستیاب ہوئے تھے جن میں لکڑی یا صندل یا سیپ وغیرہ کے دانے پروئے ہوئے تھے اور ان دھاگوں میں زیادہ تر ایک آٹھ دانے تھے لیکن اب جدید انکشاف یہ ہے کہ ان بودھوں سے پیشتر قدیم مصریوں اور قبطیوں کے راہبوں کے حالات میں تسبیح کا تذکرہ ملتا ہے۔ اور اسکے بعد یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عیسائیوں میں تسبیح پڑھنے کا رواج پہلی صدی عیسوی میں انہیں قبطیوں سے ہوا۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا اگر کہیں اس کا ذکر ہو سکتا تھا تو انکی یا انکے متبعین کی زبان سے انجیل میں ہوتا۔ چنانچہ جرمنی کا ایک مشہور فاضل کہتا ہے کہ عیسائیوں میں تسبیح پڑھنے والی سب سے قدیم جماعت قبطی عیسائیوں کی ہے۔ سب سے پہلے انہی لوگوں نے "دعاء ربانیہ" کو تسبیح کے دانوں پر شمار کر کے پڑھنا شروع کیا اور اس طریقۂ عمل کو شروع کرنے کا انتساب عیسائیوں میں سے بالادیوس اور سوزومین کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ پھر جب گیارھویں صدی عیسوی کا نصف اوّل گذر گیا تو "دعاء ربانیہ" کے ساتھ "دعاء عذرا" بھی پڑھی جانے لگی جو انجیل لوقا کی فصل اوّل میں مذکور ہے اس کے بعد تیرھویں صدی عیسوی میں ان دونو دعاؤں کے ساتھ "سلام عذرا" اور "سلام ملائکہ" کا اضافہ ہوا۔ پھر جب مغرب میں مذہب عیسوی کی عام اشاعت ہوئی تو وہاں بعض اور دعاؤں کا اضافہ ہوا اور اس طرح رفتہ رفتہ تسبیح کے دانے مسیحیت کا ایک لازمی جزو قرار پا گئے۔



یہی واقعہ مذہب اسلام کے ساتھ پیش آیا۔ عہد نبوی میں تسبیح کے دانوں پر دعائیں پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ اس لئے یہ طریقہ سنت نبوی کے خلاف ہے۔ جرمنی کا ایک فاضل مستشرق کہتا ہے "جزیرۂ عرب میں تسبیح کے دانوں کا عام رواج تیسری صدی ہجری میں ہوا جو وہاں مصر کے راستہ سے پہنچا"۔ بلکہ ایک حدیث صحیح میں اس طریقہ سے تسبیح کرنے کی ممانعت آئی ہے جس میں آپ نے بعض ازواج مطہرات کو کنکریوں پر گن کر دعائیں پڑھنے کی ممانعت کی ہے اور ان کنکریوں کے بجائے ہاتھ کی انگلیوں پر گننے کی ہدایت فرمائی ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "یہ طریقہ اللہ

کے نزدیک پسندیدہ ہے" کتب حدیث میں ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بعض نمازیوں کو تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا تو سخت ناراض ہوئے اور سختی سے اسکی ممانعت فرمائی اس لئے یہ تو قطعی ہے کہ دانوں پر تسبیح پڑھنا اسلام میں ایک ایسی بدعت ہے جو تیسری صدی میں عام طریقہ سے اسی طرح مروج ہوئی جیسے عیسائیوں میں اس کا رواج پایا جاتا تھا۔ اس لئے اسلام میں سلف صالحین نے اس بدعت کی ہمیشہ مخالفت کی چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی متوفی ۲۹۷ھ تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھے گئے جس پر بعض فقہاء نے نہ صرف سختی سے اعتراض کیا بلکہ اس تسبیح کو ضبط کر لینا چاہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ انباری نے جو بلند پایہ علمائے اسلام میں گذرے ہیں اپنی جلیل القدر تصنیف "المدخل" میں دانوں پر تسبیح پڑھنے کو بدعت بتا کر اسکی سختی سے مخالفت کی ہے غرض مذہب عیسوی کی طرح مذہب اسلام میں بھی اس کا وجود نہیں اور سلف صالحین کے نقطۂ نظر کے مطابق یہ فعل مذموم اور قابل ترک ہے۔

تسبیح پڑھنے کے اغراض بھی مختلف ہوتے ہیں کچھ لوگ تو عبادت کے لئے تسبیح پر بعض دعائیں پڑھتے رہتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے دیگر اغراض میں انکو استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ لیڈی کالبڈی" تبریز کے متعلق کہتی ہے کہ وہاں یہ دستور ہے کہ جب کوئی بیمار پڑتا ہے تو اطباء کی طرف رجوع کرنے سے پیشتر تسبیح پر کچھ پڑھ کر یہ معلوم کرتے ہیں کہ آیا طبیب کا بلانا ضروری ہے کہ نہیں؟ دوائیں اس مرض کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں کہ نہیں؟ شہر کے کس طبیب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے؟ اسی قسم کے سوالات اور بھی ہوتے ہیں جن کے جوابات حاصل کرتے ہیں اور وہ اپنے اس طریقہ عمل کو "استخارہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مسٹر گارڈنر کہتے ہیں کہ باشندگان روس امراض سے محفوظ رہنے کے لئے اپنی گردنوں پر تسبیح لپیٹتے ہیں۔ اور تقدیر کے پنہاں رازوں تک پہنچنے کے لئے مختلف طریقوں سے تسبیح پڑھتے ہیں" اسی طرح مصر۔ جزائر اور جاوہ کے باشندے تسبیح کو مختلف اغراض میں مختلف طریقوں سے استعمال کرتے ہیں۔ اور ان دانوں کو خاص تقدس کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (تلخیص مضمون ڈاکٹر زویمر شائع شدہ (الہلال مصر)

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شایع ہوتا ہے

# کلکتہ کے ڈاکٹر ایس کے برمن کی

## فصلی بخار و طحال کی دوا

۴۲ برس سے ہندوستان کے ہر حصہ میں جاری ہے ہر سال لاکھوں مریض اس سے شفا پاتے ہیں وقت پر فائدہ اٹھانے اور اپنی اور دوسروں کی جان بچانیکے لئے گھر گھر میں اسکو موجود رکھنا چاہیئے اس دوا میں یہ خصوصیت ہے کہ دو تین خوراک سے بخار کا آنا موقوف ہو جاتا ہے اور چند روز کے استعمال کرنے سے باری کا بخار، بکرہ، بھاڑ، جھتا وغیرہ کے فائدہ ورم جگر بالکل آرام ہو جاتے ہیں اور خون گاڑھا ہو کر بخار کا آنا دور ہو جاتا ہے آجکل بازار میں سینکڑوں بخار کی پیٹنٹ دوا موجود ہیں لیکن ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا ایک ہی اکسیر ہے دیکھئے اس دوا کے استعمال سے وہ بڈی کا کیا جسم تومند ہو گیا ہے قیمت بڑی شیشی عہ/ چھوٹی شیشی ۱۰/ پیکنگ و محصولڈاک فی شیشی کلاں ۸/ خورد ۶/

## انٹی ملیریا پلز

### پرانے ملیریا بخار کی گولیاں

ان گولیوں میں ذرہ بھی کونین نہیں ہے - بخار کا مزہ پرانا ہو جانے پر باری سے اگر دن رات تھوڑا بہت بنا رہتا ہے جسم کا خون پانی ہو جاتا ہے جس سے آدمی کا رنگ پھیکا و میلا ہو جاتا ہے تلی کلیجہ بڑھ کر پیٹ نکل آتا ہے کبھی منہ اور ہاتھ پیروں میں ورم آجاتا ہے - ایسی حالتوں میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں - قیمت ۴۴ گولیوں کی ڈبیہ ۱۰/ محصولڈاک ۱ سے ۲ ڈبیہ تک ۶/

## کونین ٹبلٹ

### بخار روکنے والی لاجواب کونین کی گولیاں

ان گولیوں کو بچے و بڈھے سب کوئی شوق سے آسانی کے ساتھ کھاتے ہیں نئی طرز پر یہ گولیاں بنی ہیں قیمت حسب ذیل ہے - محصول ذمہ خریدار ہوگا -

| | | |
|---|---|---|
| ۲ دو گرین والی | ۲۵ گولیوں کی ڈبیہ | ۱۲/ بارہ آنہ |
| " " | ۵۰ " " | عہ/ ایک روپیہ چھ آنہ |
| " " | ۱۰۰ " " | ۲/۵ دو روپیہ پانچ آنہ |
| ۴ چار گرین والی | ۲۵ " " | عہ/ ایک روپیہ چار آنہ |
| " " | ۵۰ " " | ۲/۶ دو روپیہ چھ آنہ |
| " " | ۱۰۰ " " | ۴/۶ چار روپیہ چھ آنہ |

## داد کا مجرب مرہم

ہر قسم کے داد کو جڑ سے رفع کرنے والی یہ اکسیر دوا ہے

نیا پرانا داد و کھاج چاہے جیسے ہوں اس مرہم سے فوراً آرام ہو جاتا ہے - ایک مرتبہ کے لگانے سے فائدہ معلوم ہوتا ہے دو چار بار کے استعمال سے جڑ سے نابود ہو جاتے ہیں قیمت فی ڈبیہ ۶/ محصولڈاک ۱ سے ۲ ڈبیہ تک ۶/ چھ آنہ -

**ڈاکٹر ایس کے برمن (پوسٹ بکس ۵۵۴) تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ**

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)



# ریویو آف ریلیجنز

اُردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۱۱ | نومبر ۱۹۲۶ء و ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ | جلد ۲۵

## فہرست مضامین



مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھپا کر قادیان سے شائع کیا

# وی پی ہو چکے

احباب سے کیا عرض کروں۔ ہر مہینے یہ شکایت کرنی پڑتی ہے کہ ریویو کی خریداری کم ہے۔ اس لئے آمد کم اور خرچ باوجود شدید کفائیت زیادہ۔ پس اگر پانسو خریدار مزید کا انتظام ہو تو رسالہ اپنے پاؤں پر چل سکے۔ بار بار لکھنے کا یہ نتیجہ ہو رہا ہے کہ احباب کرام اسے معمولی بات سمجھتے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی سفارشات کا وہ نتیجہ نہیں نکل رہا۔ جو مخلصین سلسلہ سے امید کیا جاتا ہے۔ امید ہے اب اگلے مہینے میں ان احباب کے نام شائع کر سکوں گا۔ جنہوں نے میری درخواست اور جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی اپیل کا جواب دیا اور خریدار بڑھائے۔

**یسرنا القرآن کی طرز پر شمائل شریف**

مولوی فخر الدین صاحب مالک کتاب گھر نے شمائل شریف شائع کی ہے جس کا خط قاعدہ یسرنا القرآن کی طرز کا ہے۔ چھپوائی لکھوائی میں بہت کوشش کی ہے افادۃ الناس کے لئے برادر موصوف نے اتنا خرچ برداشت کیا ہے قیمت عگ/ اور عہ/ ۱۲ باختلاف کاغذ مجلد ۸/ زائد۔ احباب اپنے لئے خریدیں دو کر مسلمانوں میں پھیلائیں معرا ہے۔

**کائنات**

یہ ماہوار ادبی رسالہ ہر قسم کے مفید اور دلچسپ مضامین کا مخزن پانی پت سے ماہوار شائع ہوتا ہے قیمت سالانہ دو روپے کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ اور دیدہ زیب مضامین دلچسپ اور کار آمد احباب جماعت کو چاہیئے کہ رسالہ کی خریداری کر کے اپنے دینی بھائی کی حوصلہ افزائی کریں۔

**گلدستہ مسکین**

ہمارے مکرم ماسٹر احمد حسین صاحب فرید آبادی کے بھائی محمد عبد الرحمن کو کئی احباب جماعت جانتے ہیں وہ نظم کا شوق رکھتے ہیں حال ہی میں آپ نے اپنی نظموں کا مجموعہ حصہ اول شائع کیا ہے مسکین آدمی ہیں۔ ۲۰/ کے ٹکٹ بھیجکر اس گلدستہ کو منگوانا ایک مہاجر کی امداد کا موجب ہے۔ پتہ:۔ محمد عبد الرحمن فرید آبادی۔ محلہ دار الرحمت۔ قادیان۔

**شعر الہند حصہ اول و دوم**

ہمارے علم دوست دوستوں کو چاہیئے کہ ادبی مطالعہ بھی رکھیں حال ہی میں میں نے کتاب عنوان وی پی منگائی ہے مولانا عبد السلام ندوی نے حصہ اول میں قدما کے دور سے لیکر دور جدید تک اردو شاعری کے تمام تاریخی تغیرات و انقلابات کی تفصیل کی ہے اور ہر دور کے اساتذہ کے کلام کا موازنہ کیا ہے۔ اور حصہ ثانی میں اردو شاعری کے تمام اصناف پر تاریخی و ادبی حیثیت سے تنقید کی ہے۔ اس موضوع پر یہ آخری کتاب ہے اسلئے مکمل ہے۔ لکھوائی چھپوائی کاغذ نہایت ہی عمدہ و قابل تعریف آٹھ روپے قیمت ہر دو حصوں کی دار المصنفین اعظم گڑھ سے طلب کیجئے۔

# گوشت خوری پر علمی نظر

## نظارۂ قدرت سے گوشت خوری پر استدلال

**فطرگوشت خور انسان**

مطالعہ قدرت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ نیچر کا منشاء یہ ہے کہ گوشت خوری کا سلسلہ لگا رہے۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں ہم مختلف انسانوں۔ پرندوں۔ حیوانوں۔ اور پودوں کی مثال پیش کرتے ہیں قطب شمالی کے باشندے جہاں سخت سردی پڑتی ہے۔ اور سبزی کا نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ صرف گوشت اور چربی پر گذارہ کرتے ہیں۔ اگر گوشت غیر طبعی غذا ہوتا۔ تو نیچر ضرور اُن کے لئے سبزی کا انتظام کرتی۔ مگر ایسا ہرگز نہیں۔

**گوشت خور پرند اور حیوان**

پھر کئی جانور ایسے ہیں جو طبعاً گوشت خور ہیں۔ اور سوائے حیوانی غذا کے اور کچھ کھا ہی نہیں سکتے مثلاً شیر۔ چیتا۔ باز۔ شکرہ وغیرہ۔ بلی اور چوہے کا تماشہ تو بچہ بچہ جانتا ہے۔ اور اس پر شاہد ہے۔ دیکھو کس طرح بلی اپنے بچے کو چوہے کا شکار سکھاتی ہے۔ بڑا سانپ کس طرح جنگلی جانوروں اور مرغوں کو پکڑ کر ان کی ہڈیاں توڑ کر اپنا لقمہ بناتا ہے۔ پانی کے مگرمچھ اور بڑی مچھلیاں چھوٹے جانوروں کو ہلاک کر کے کھاتے ہیں۔ باز اور شکرہ پرندوں سے کیا سلوک کرتے ہیں۔ چیتا اور شیر اپنے شکار سے کیا معاملہ کرتے ہیں یہ سب امور کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ انسان کو کئی دفعہ جہازوں کے سفر میں جب خوراک ختم ہو جائے۔ تو لاچار گوشت خوری سے کام لینا پڑتا ہے۔ کیونکہ مچھلی کے سوا کچھ دستیاب نہیں ہو سکتا۔

علم طب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹروں کو کئی دفعہ زخموں کے کیڑوں اور انتڑیوں کے کیڑوں کو ہلاک کرنا پڑتا ہے۔ اور اس طرح ایک جان کے بدلے ہزاروں جانیں لینی پڑتی ہیں۔

**گوشت خور پودے** حیوان تو حیوان بعض پودوں کو بھی اپنی پرورش کے لئے جان لینی پڑتی ہے

چنانچہ بعض ایسے پودے پائے جاتے ہیں جو گوشت کھاتے ہیں۔ ہم ذیل میں ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں:۔

**۱- وینس فلائی ٹریپ**۔ یہ ایک پودا ہوتا ہے۔ جسکے پتوں میں حس ہوتی ہے۔ اور اُسکے اوپر نہایت باریک کانٹے سے لگے ہوتے ہیں۔ جن کی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ جب کوئی کیڑا یا مکھی شہد چوسنے کے لئے اس پر آکر بیٹھتی ہے۔ تو وہ کانٹے فوراً اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ (جس طرح چھوئی موئی کے پتے ہاتھ لگانے سے سکڑ جاتے ہیں) اور جانور کو دبوچ لیتے ہیں۔ غرض اس طرح دباؤ سے کیڑے کے جسم سے مختلف رطوبتیں نکل آتی ہیں جو پودے کی پرورش میں کام آتی ہیں۔

**۲- سن ڈیو**۔ اس پودے کی چالیس مختلف قسمیں ہیں۔ اور انکا کام کیڑوں کو پکڑنا اور کھانا ہے۔ اسکے پتوں پر نہایت باریک لمبے لمبے دھاگے سے لگے ہوتے ہیں۔ جو سرے پر سے موٹے ہوتے ہیں۔ اور اس مُنگلی نما سرے پر ایک شفاف قطرہ لیس دار رطوبت کا لگا ہوتا ہے۔ جو شبنم کا قطرہ معلوم ہوتا ہے جب کوئی کیڑہ شہد کی تلاش میں اس پر آکر بیٹھتا ہے۔ تو یہ دھاگے فوراً سکڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کیڑے کو مضبوطی سے اپنے درمیان جکڑ لیتے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی وہ لیس دار رطوبت جو کیڑے کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ فوراً ہاضمہ کی رطوبت بنجاتی ہے۔ تاکہ کیڑے کو ہضم کر کے جزوِ بدن بنا سکے۔ وہ تین دن تک یہ عمل ہضم اور تحلیل ہونے کا لگا رہتا ہے۔ جسکے بعد وہ دھاگے اپنی پہلی جگہ پر آجاتے ہیں۔ اور کیڑے کے فضلات ہوا سے اُڑ کر دُور جا پڑتے ہیں۔ یہ پودہ زیادہ تر چھوٹی چھوٹی مکھیاں۔ چیونٹیاں۔ اور کیڑے کھاتا ہے۔ تجربہ سے معلوم کیا گیا ہے کہ ان دھاگوں کی حس ہماری زبان کی نوک کی حس سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔

**۳- بلیڈر ورٹ**۔ ایک پانی کا پودا ہے۔ جس کے پتوں کے ساتھ ایک تھیلا سا لگا ہوتا ہے۔ جس سے وہ چھوٹے چھوٹے پانی کے کیڑوں اور جانوروں کو پکڑ کر اپنا شکار بناتا ہے۔

## گوشت خوری پر اعتراضات کے جواب

**۱- گوشت خوری ظلم ہے**۔ سب سے بڑا اعتراض جو گوشت خوری پر کیا جاتا ہے یہ ہے۔ کہ گوشت خوری ظلم ہے۔ کیونکہ اس سے غریب بیکس جانوروں کی جان لینی پڑتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گوشت خوری اپنی ذات میں بُری نہیں۔ بلکہ اس لئے بُری ہے کہ جس ذریعہ سے گوشت حاصل کیا جاتا ہے۔ اس میں ظلم کا شائبہ ہے۔ کیونکہ جب ایک جانور ذبح ہو گیا۔ تو پھر اسکو تکلیف کیا۔ وہ تو ایک جسم بے جان ہے۔ اسکو خواہ جلا دو یا کھا لو بات تو ایک ہی ہے۔ پس ظلم

**ظلم گوشت خوری میں نہیں بلکہ انکے طریق حصول میں ہے** گوشت کھانے میں نہیں۔ بلکہ اسکے طریق حصول میں ہے۔ یعنی جس طریق سے گوشت انسان کو ملتا ہے وہ ظالمانہ ہے۔ اور گوشت کھانے والا اس ظلم کا ذمہ وار ہے کیونکہ اسکی خاطر ہی ایک روح کو تکلیف دی جاتی ہے۔ اگر وہ گوشت نہ کھائے تو لوگ جانور ذبح بھی نہ کریں۔ تو اصل میں بُرا جانوروں کا مارنا ہے نہ کہ کھانا۔ پس مخالفین کو چاہیئے کہ اس بات پر زور دیں کہ جانور ذبح نہ کیئے جائیں۔ نہ اس بات پر کہ گوشت نہ کھایا جائے۔ اس اصول کے ماتحت دریائی جانور جو بغیر مارنے کے کھائے جاتے ہیں۔ انکا کھانا جائز ہوگا۔ اسی طرح مُردہ مچھلی جو قومیں کھاتی ہیں۔ انپر بھی اعتراض کرنیکا انکو کوئی حق نہ ہوگا۔

**سبزی خور بھی اس ظلم میں شریک ہیں** اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ گوشت کھانے والے کی خاطر جانور ذبح ہوتے ہیں۔ اس لیئے وہ اس خون کے ذمہ وار ہیں۔ تو یہ اعتراض سبزی خوروں پر بھی پڑتا ہے۔ اسلیئے کہ وہ بھی تو چمڑے کی جوتیاں اور بوٹ پہنتے ہیں۔ جوکہ جانوروں کے چمڑہ سے بنتی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اس ظلم میں شریک ہیں۔ اگر وہ جوتیاں نہ پہنیں تو چمڑہ کی خریداری کم ہو جائے۔ اور جانور کم حلال کیئے جائیں۔ اس لیئے کہ گوشت کی بکری سے اتنا روپیہ حاصل نہیں ہوتا۔ جتنا جانور کے چمڑہ۔ کھر۔ سینگ۔ آنتیں وغیرہ کو فروخت کرنے سے ہوتا ہے۔ سبزی خور بھی پروں کی ہزاروں چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ اب پر لینے کے لئے بھی لاکھوں جانور ہر سال مارے جاتے ہیں۔ چونکہ سبزی خور بھی انکو خریدتے ہیں۔ اس لئے تجارت کو فروغ دینے کے لئے یہ جانور زیادہ مارے جاتے ہیں۔ لہٰذا سبزی خور بھی اس ظلم میں شریک ہیں۔ اور گوشت کھانے والے کی طرح جوتی پہننے والے اور پروں کو خریدنے والے بھی مجرم ہیں۔

**قربانی ہی زندگی ہے** یہ قانون قدرت ہے کہ چھوٹی چیز بڑی چیزوں کی خاطر قربان کی جاتی ہے۔ اور قربانی میں ہی زندگی ہے۔ نیچر نے خود اس سلسلہ کو چلایا ہے۔ جس کا مشاہدہ ہم روزمرّہ کرتے ہیں۔ جب ثابت ہو گیا کہ یہ سلسلہ نیچر کے منشاء کے ماتحت ہے۔ تو اسکو ہم ظالم نہیں کہہ سکتے۔ خواہ اس کی وجہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کئی جانور ایسے ہیں جو گوشت کے سوا کچھ نہیں کھاتے۔ اور اسکے بغیر انکی زندگی کا قیام ناممکن ہے۔ اور یہ امر اختیاری نہیں بلکہ فطرت کے مطابق ہے۔ اسی طرح کئی پرندے بلکہ پودے ایسے ہیں جو صرف گوشت کھاتے ہیں۔ سب جاندار اپنی زندگی کے بقاء کے لئے دوسرے جانوروں کی ہلاکت پر مجبور ہیں۔ علم طب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیا گوشت خور اور کیا سبزی خور سب اس ظلم میں شریک ہیں اور اپنی زندگی کے

قیام کے لئے لاکھوں خون روزانہ کرتے ہیں۔ پیدائیش سے لیکر موت تک انسان قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور ان کا علاج بھی کیا جاتا ہے۔ علم الجراثیم اور خوردبین کی ایجاد سے ثابت ہوگیا ہے کہ سب امراض چھوٹے چھوٹے کیڑوں (جراثیم) سے ہوتی ہیں۔ اب ان جراثیم میں بھی جان ہوتی ہے اور ادویہ کے ذریعہ انکو ہلاک کیا جاتا ہے۔ مگر کوئی سبزی خور اسکو ظلم قرار نہیں دیتا۔ بلکہ اُلٹا ڈاکٹر کا مشکور ہوتا ہے۔ کبھی زخم انسان کو لگتے ہیں۔ اور ان میں بعض دفعہ کیڑے بھی پڑجاتے ہیں۔ اب زخم کو درست کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ان کیڑوں کو ادویہ کے ذریعہ ہلاک کیا جائے۔ اور ہم ایسا کرتے ہیں۔ اور سبزی خور بخوشی اس طریق علاج کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر گوشت خوری ظلم ہے۔ تو کیا کیڑوں کی جان لینا ظلم نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ایک جان کو بچانے کے لئے لاکھوں کیڑوں کی جان لیجائے۔ اگر کہا جائے کہ یہ سب مجبوری کے ماتحت کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ گوشت خوری میں بھی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اور نہ صرف ایک فرد بلکہ قوم کی موت کا سوال اور نہ صرف جسمانی موت بلکہ روحانی اور اخلاقی موت کا سوال درپیش ہے پس اشرف المخلوقات کی۔ اجتماعی اخلاقی زندگی کے بقاء کے لئے ایک ادنی جانور کی جسمانی زندگی کا خاتمہ کردینا کوئی ظلم نہیں۔ بلکہ اسکے خلاف کرنا ظلم ہوگا۔

انسان کی انتڑیوں میں صدہا قسم کے کیڑے پڑجاتے ہیں۔ اسوقت ہمارا سچا رحم اس امر کا مُقتضی ہوتا ہے کہ بیمار کی ہمدردی کی جائے۔ اور مَیں سچ کہتا ہوں کہ ہمیں اسوقت اُن کیڑوں کی جان کا خیال تک بھی نہیں آتا۔ اور ہم انکو کرم کُش ادویہ سے ہلاک کرکے سبزی خوروں کو شکرگذاری کا موقع دیتے ہیں۔ اور اس طرح ایک جان کے بدلہ ہزاروں جانوں کو لینا پڑتا ہے۔

**سانس لیتے پانی پیتے اور غذا کھانے میں جراثیم کی ہلاکت ہے** ہوا میں سے سانس کے ذریعہ لاکھوں جراثیم ہمارے پھیپھڑوں میں روزانہ جاتے ہیں اور خون کے سفید دانے انکا قلع قمع کردیتے ہیں۔ چنانچہ تپ دق کے جراثیم بھی جو ہم ہزاروں کی تعداد میں روزانہ سانس کے ذریعہ اندر لیجاتے ہیں۔ اِسی طریق سے ہلاک کیئے جاتے ہیں۔ بھابھڑے بڑی کوشش کرتے ہیں کہ کیڑے اندر نہ جائیں۔ اور مُنہ پر کپڑا باندھ لیتے ہیں۔ مگر وہ کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ جراثیم تو بہت چھوٹے ہیں۔ اور کپڑے کے مساموں میں سے گذر جاتے ہیں۔ غرضیکہ انسان لاکھ کوشش کرے۔ ان جراثیم کی ہلاکت کے بغیر چارہ نہیں۔ پانی جو ہم روزانہ پیتے ہیں۔ اسمیں ہزاروں جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ معدہ کی رطوبت سے ہلاک کیئے جاتے ہیں۔ غذا جو ہم کھاتے ہیں